بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ اردو

(مسیح موعود نمبر)

ریویو آف ریلیجنز

(قادیان)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

متبس

علی محمد اجمیری

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۴۰ء

ماہ تبوک ۱۳۱۹ ہش

جلد ۳۹ عدد ۹

Digitized by Khilafat Library

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۲ء
میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا:-

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفینِ اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے، اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے اور بیرونِ ہند چار روپے ہے طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے، ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے، اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:-

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۰ء

Digitized by Khilafat Library

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

(۱۸۳۵-۱۹۰۸ء)

لا اِلٰہ اِلّا اللہ مُحمّدٌ رّسُول اللہ

ھُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز

(اُردو)

(یعنی)

دُنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

ن ۹	۲۷ رجب المرجب سنہ ۱۳۵۹ھ مُطابق یکم ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء	ج ۳۹

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
اداریہ	صہ ۲	ایڈیٹر
بعثتِ مسیح موعودؑ کے خلاف نیا ردّ عمل	صہ ۲۱	مرزا محمد حسین صاحب بی۔کام لاہور
یاچناں کُن یاچُنیں	صہ ۳۱	حقّانی ایم۔اے
میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو کیوں سچّا مانا؟	صہ ۳۹	خان بہادر نواب چوہدری محمد الدین صاحب ریٹائرڈ منسٹر جودھپور
مسیح موعودؑ کی متابعت میں میری دنیاوی و رُوحانی ترقی	صہ ۴۲	خان بہادر محمد دلاور خانصاحب ڈپٹی کمشنر بنوں
مسیح موعودؑ کے نشانات کا ایک گواہ	صہ ۴۸	چوہدری ظہور احمد صاحب قادیان
نئی مطبوعات پر تبصرہ	صہ ۶۰	

Digitized by Khilafat Library

اداریہ:-

Digitized by Khilafat Library

اس دنیا کی تاریخ کا خلاصہ صرف دو لفظ ہیں۔ **ظلمت** اور **نور**۔ **ظلمت** سے مراد وہ زمانہ ہے، جب بنی نوعِ انسان آئین واخلاق کے ضابطہ سے آزاد ہو کر اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی شروع کر دیتے ہیں، اور انہیں پورا کرنے کے لئے جائز و ناجائز کی حدود سے گذر کر وہ وہ بھیانک اور مکروہ کام کرتے ہیں، کہ انسانیت مارے شرم کے اپنا مُنہ چھپا لیتی ہے، دنیا میں ہر طرف ظلم و تعدّی کا اندھیر ہی اندھیر چھا جاتا ہے، اور انسان مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ[1] کا حقیقی مصداق بن جاتا ہے۔ اور **نور** سے مراد وہ زمانہ ہے، جب خدا کے کسی پاک بندہ کی رہنمائی کی برکت سے پھر دنیا میں نیکی، تقوٰی، اور للّٰہیّت قائم ہو جاتی، اور پاکبازی کا دَور دورہ ہو جاتا، اور انسان صحیح معنوں میں انسانیت کا جامہ پہن لیتا ہے۔ یہی **دو** چیزیں ہیں، جو باری باری سے دنیا کے قلوب پر حکومت کرتی چلی آئی ہیں، کبھی ظلمت کا دور ہوتا ہے، اور کبھی نور کا۔ حضرت آدمؑ سے لیکر تا ایں دم انہیں کا تسلّط و اقتدار مختلف زمانوں میں نوبت بہ نوبت رہا ہے۔

تاریخِ عالم کا طالب علم ابتدائے آفرینش سے ان مختلف دَوروں کا مطالعہ کرتا ہوا جب ساتویں صدی عیسوی کے حالات پر پہونچتا ہے، تو اُسے ایک لمبے دَورِ ظلمت — چھ سَو سال — کے بعد ایک حیرت انگیز روشنی نظر آتی ہے، جو گذشتہ تمام دَوروں

---

[1] جو فساد کرتا ہے زمین میں اور خون بہاتا ہے۔

کی روشنیوں سے زیادہ اجلی، زیادہ صاف اور زیادہ شاندار دکھائی دیتی ہے۔ یہ روشنی پہلے اس کی آنکھوں کو، جو اندھیرے کی عادی ہو چکی تھیں، اپنی تیز شعاعوں سے چندھیا دیتی ہے، لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ انہیں اس نور سے مانوس کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حتّٰی کہ جب وہ تمام حالات و واقعات پر متجسسانہ نگاہ ڈالنے کے قابل ہو جاتا ہے، تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اس بے نظیر نور کا منبع سیّد الانبیاء محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلّم کی ذات ستودہ صفات ہے، جن کے ذریعہ اس سرمدی شریعت ــ قرآن مجید ــ کا نزول ہؤا جسے خدا تعالےٰ نے بنی نوع انسان کے لئے اپنا آخری اور عالمگیر پیغام قرار دیا، اور جس کے متعلق یہ وعدہ فرمایا، کہ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ یعنی ہم اس کی حفاظت کرینگے۔

Digitized by Khilafat Library

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے زمانہ میں جو اپنی بے راہ روی اور ظلمت میں شبِ تار سے مشابہت رکھتا تھا، شمعِ توحید بلند کی، اور اپنی اَن تھک کوششوں سے خدائی پرستاروں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی، جس نے اعلاء کلمۃ اللہ اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا۔ اور اس مقصد کے حصول کے راستہ میں اس نے نہ تلاطم خیز سمندروں اور مہیب صحراؤں سے خوف کھایا، نہ دن کے وقت تمازتِ آفتاب کی پرواہ کی، اور نہ رات کے وقت اندھیروں سے ڈر محسوس کیا، بلکہ وہ اس زندگی بخش نور کو پھیلانے میں ہمہ تن عمل بنگئی، اور ہر مشکل سے ٹکرا گئی، اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ قدوسیوں کے اس گروہ نے اپنی ہمّت اور اولوالعزمی سے تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام کے پیغام سے تمام دُنیا کو آشنا کر دیا، اور اس کا عَلَم ہر جگہ لہرا دیا، اور افقِ عالم سے ظلم و جہالت کے بادل دور کر کے ہر طرف نور ہی نور پھیلا دیا۔

مسلمانوں کی اس قوتِ عمل کے پیچھے کیا چیز کام کر رہی تھی، اور ان کی کامیابی کا راز کیا تھا؟ اس کا جواب واقعات کی روشنی میں صرف یہ ہے، کہ ان کو خدائے برتر کی ذات پر بے پناہ ایمان اور یقین کی دولت حاصل تھی، اور یہی چیز ان کی ترقی اور کامرانی کا واحد سبب تھی۔ ملتِ اسلامیہ کی گذشتہ چودہ سو برس کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد سب سے بڑا اور نمایاں اثر جو دماغ پر رہ جاتا ہے، وہ یہ ہے، کہ مسلمانوں نے قرونِ اُولیٰ میں جو ترقی حاصل کی، وہ محض اپنی مذہبی اور اخلاقی برتری کی وجہ سے حاصل کی، پھر جُوں جُوں وہ اپنی اس خصوصیت کو ترک کرتے گئے، ان میں ضعف اور کمزوری کے آثار پیدا ہوتے گئے، حتیٰ کہ انیسویں صدی عیسوی میں آ کر جب وہ اسلامی تعلیمات سے بالکل دُور جا پڑے، اور صرف نام کے مسلمان رہ گئے، تو ان کی دنیاوی حیثیت بھی کچھ نہ رہی، اور وہ ہر اعتبار سے قعرِ مذلّت میں گر گئے۔

دراصل انیسویں صدی عیسوی اسلام کے لئے انتہائی مصیبت کی صدی تھی، اس میں جہاں ایک طرف مسلمان اپنی مذہبی اور دینی فوقیت کو کھو بیٹھے، وہاں اس کا لازمی اثر یہ پڑا کہ اس امتیاز کے حاصل ہونے کے باعث ان کو دنیا میں جو بلند مقام حاصل تھا، وہ بھی ان سے چھن گیا۔ دشمنانِ اسلام نے، جو مسلمانوں کی ترقی کو دیکھ کر صدیوں سے انگاروں پر لوٹ رہے تھے، اس موقعہ کو غنیمت جانا، اور وہ ہر طرف سے اسلام کو کمزور کرنے کیلئے اس پر حملہ آور ہو گئے۔ یہ جد و جہد سب سے پہلے یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں نے شروع کی، پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسری قومیں بھی — مثلاً ہندو، یہودی وغیرہ — جنہیں اسلام سے کسی نہ کسی وجہ سے نقار تھا، اس ناپاک جہاد میں

شریک ہو کر اپنے اپنے رنگ میں اسلام اور مسلمانوں کی بیخکنی کے درپے ہوگئیں۔

Digitized by Khilafat Library

اسلام پر مختلف قوموں کی اس متحدہ یورش میں کیا کیا طریق اختیار کئے گئے؟ اسکی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، مختصر یہ کہ ان کے مصنّفوں نے ایسی زہر آلود کتابیں تصنیف کیں، جن میں اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کو گالیاں دی گئیں، ان کے مورّخوں نے ایسی تاریخیں لکھیں، جن میں اسلام کو انتہائی وحشی مذہب اور پاکوں کے سردار محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نام لیوا مسلمانوں کو نعوذ باللہ پرلے درجہ کے سنگدل عیاش اور بنی نوع انسان کے دشمن ظاہر کیا گیا، ان کے سیاستدانوں اور بادشاہوں نے سیاسی چالوں سے مسلمانوں کی رہی سہی حکومتوں کے خلاف سازشیں کر کے انہیں کمزور کرنا شروع کر دیا، تا پان اسلام ہم کا جو ہوّا یورپ اور دیگر غیر مسلم قوموں کے دماغ پر کابوس کی طرح مسلّط تھا، اسکا خوف ہمیشہ کے لئے جاتا رہے، ان کے سائنسدانوں نے ایسے ایسے علوم اور تھیوریاں پیش کیں، جن کو پڑھکر تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام سے نفرت پیدا ہو اور ان کے لیکچراروں اور واعظوں نے ایسے ایسے لیکچر اور وعظ گلی کوچوں میں دینے شروع کئے، جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر شدید نکتہ چینی کر کے مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی گئی۔ غرضیکہ مخالف قوموں کے افراد نے اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے طریق پر اسلام کو بدنام اور کمزور کرنے کا ناپاک فرض ادا کیا۔ اور چونکہ دُنیا کے بڑے حصّہ پر نصارٰی کی حکومت تھی۔ اس لئے پادریوں کی بالخصوص حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ اغیار تو اسلام سے متنفر ہوئے ہی تھے، خود مسلمانوں میں بھی اسلام سے ایک بد دلی سی پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ ابھی

تک تو وہ صرف عملاً اسلام کی تعلیمات سے بیگانہ ہوئے تھے، مگر اب مخالفین کے حملوں اور اعتراضات کو دیکھکر وہ اعتقاداً بھی اسلام سے دُور جانے لگے۔ یہ انسانی فطرت ہے، کہ جب اس کے سامنے ایک چیز کی برائیاں ہی برائیاں بیان کی جائیں، اور اس کے نقائص مختلف پہلوؤں سے ظاہر کئے جائیں، تو وہ آہستہ آہستہ اس سے متاثر ہونے لگ جاتی ہے۔ یہی حال یہاں ہوا، اسلام پر جب ہر طرف سے اعتراض ہی اعتراض ہوتے رہے، اور ان کی مدافعت کما حقہ، نہ ہوئی تو مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ میں اول اپنے مذہب کے بارے میں احساس کمتری پیدا ہوا، پھر جب اسے اپنے ہم مذہبوں کے مقابلہ میں غیر مذاہب کے لوگوں کی دُنیاوی حیثیت بھی بہتر نظر آئی، تو اس نے اپنے دنیاوی معیار کی بلندی کے خیال سے اسلام کو خیرباد کہکر یا عیسائیت کو ترجیح دی، اور یا کسی اور مذہب کو، اور اس طرح لاکھوں مسلمان اسلام سے مرتد ہو گئے۔

Digitized by Khilafat Library

یہ حالات ایسے نہ تھے، جو مسلمانوں میں ایک عام بے چینی اور ہیجان پیدا نہ کر دیتے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ کچھ درد مند دل رکھنے والے مسلمان آگے بڑھے، اور انہوں نے مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت کو سنبھالنے کا عزم کیا۔ ان میں سے سرسیّد احمد علی گڑھی اور سیّد جمال الدین افغانی اور ان کے سکول (مسلک) کے علماء اور لیڈر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان بزرگوں میں سے بعض نے مسلمانوں کی تعلیمی اور تمدّنی حالت کو سدھارنے کی کوشش کی، بعض نے مسلمان حکومتوں کو اکٹھا اور متحد کرنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا، اور بعض نے اپنے دائرہ میں مسلمانوں

کی سیاسی حیثیت کو بلند کرنے کی سعی کی۔ ان سب کی کوششیں ملّتِ اسلامیہ کی شکر گذاری کی مستحق ہیں، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ انہوں نے اپنی اپنی بساط اور سمجھ کے مطابق اسلام کی خدمات سر انجام دیں، لیکن ان کے قابلِ قدر کارناموں کو عزّت اور احترام کی نگاہوں سے دیکھنے کے باوجود ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں، کہ ان کی کوششیں ایک تو محض مقامی حیثیت رکھتی تھیں، اور دوسرے یہ کہ یہ بزرگ مسلمانوں کی "قومی" برتری کے خواہاں تھے، اسلام پر من حیث المذہب جو اعتراضات ہوتے تھے، ان کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی۔ یہی وجہ ہے، کہ ان کی کوئی مستقل قابلِ ذکر تصنیف مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کے جواب میں اور اسلام کی حقانیّت اور فضیلت کے موضوع پر نہیں ہے۔ بعض متفرق مضامین جو انہوں نے لکھے، ان میں بھی مرعوبیت کا پہلو نمایاں ہے۔ مغربی مصنفین یا ان کے نقّال جب کوئی اعتراض اسلام کی تعلیم پر کرتے تھے، تو وہ اس اعتراض کا قرار واقعی جواب دینے کے بجائے اسلام کی تعلیم کو مغربی خیالات کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ پردہ، طلاق، اور تعدّد ازدواج وغیرہ مسائل پر انیسویں صدی کے مصنّفین اسلام نے مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں جو اسلوب اختیار کیا، وہ اسی مرعوبیت کا نتیجہ تھا، یعنے انہوں نے اسلام کے اِن پُر حکمت تمدّنی احکام کا یا سرے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ یہ اسلام کی تعلیم ہی نہیں، اور یا ان کی ایسی تاویلیں کیں، جن کا قرآنی تعلیم سے کچھ دُور کا بھی تعلّق نہ تھا۔ اسلام کے بیان کردہ روحانی امور کے بارے میں بھی ان کا طرزِ عمل یہی تھا، کہ رُوحانیت سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے جو چیز ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی، اس کا انکار کر دیتے تھے۔ چنانچہ دُعا وغیرہ کے متعلق سر سید

کے خیالات اسلام کے پیش کردہ نظریہ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ مولانا رحمت اللہ مہاجر مکّی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہ علماء نے ہندوستان میں بے شک بعض کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں لکھیں، اور مناظرات بھی کئے، مگر ان کا طرزِ استدلال زیادہ تر نقلی تھا، اور انہوں نے بالعموم ڈیفنس (مدافعت) کا پہلو اختیار کیا، لیکن اسلام کی حقانیت اور فضیلت ثابت کرنے اور نئے علوم کی روشنی میں اسلامی اصول کی فلاسفی بیان کرنے میں وہ کوئی خاص خدمت نہ کر سکے۔ ان کے علاوہ ہندوستان یا ہندوستان سے باہر بلکہ خود اسلامی ممالک میں بھی انیسویں صدی میں کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آتی، جس کے متعلق یہ کہا جا سکے، کہ اس نے اسلام کی مدافعت یا اس کی تعلیمات کی صداقت و فضیلت ثابت کرنے میں کوئی قابلِ ذکر خدمت سرانجام دی۔

Digitized by Khilafat Library

یہ وہ صورت حالات ہے، جس سے انیسویں صدی عیسوی میں اسلام دوچار ہو رہا تھا۔ ان حالات کو دیکھکر مسلمانوں پر مایوسی ہی مایوسی طاری تھی، اور کہیں بھی کوئی شمعِ امید نظر نہ آتی تھی، حتّٰی کہ یہ سمجھا گیا، کہ اب اسلام کا خاتمہ ہونے کو ہے، اور اُسے موت کے قریب پہونچا ہوا مریض سمجھکر اس کے مرثیے بھی لکھدیئے گئے۔ لیکن ناگہاں غیب سے اسلام کی حفاظت کا وہی سامان ظاہر ہوا، جس کی شہادت تیرہ سَو سال سے اسلامی تاریخ مسلسل دے رہی ہے، یعنی اسلام کی کشتی جب کبھی مصیبت کے بھنور میں اس طرح پھنسی ہے، کہ دُنیا نے ہمیشہ کے لئے اس کے ڈوب جانے کا تصوّر کیا، تو اچانک خدا تعالےٰ کی غیبی نصرت نے ظاہر ہو کر اپنے وعدہ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ

کی توثیق کرتے ہوئے ناامیدی کی پیش قیاسیوں کو ہمیشہ جھٹلا کر رکھدیا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے، کہ ٹھیک انہی دنوں میں جب یہ سمجھا گیا، کہ اسلام اب آخری دم توڑ رہا ہے، تو خدا تعالےٰ نے سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو مبعوث کیا، جن کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور کوششوں سنے نئے سرے سے اسلام کو تمام مذاہب و ادیان پر غالب کر دکھایا، اور وہ پشگوئی پوری ہوئی، جو مسیح موعود کے لئے قرآنِ مجید میں ان الفاظ میں کی گئی ہے، هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ، یعنی خدا ہی وہ ذات ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے، تا وہ اُسے تمام ادیان پر غالب کردے۔ یہ آیت گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اُتری، مگر اس کا حقیقی ظہور ایسے زمانہ میں ممکن اور مقدر تھا، جب دنیا سفر کی سہولتوں کی وجہ سے ایک شہر کی مانند ہونے والی تھی، اور تمام مذاہب کا مقابلہ ہونے والا تھا، اور اس مقابلہ میں اسلام کا من حیث المذہب دُنیا کے سارے مذاہب پر غلبہ ظاہر ہونا تھا، سو اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک بروز بھیجا، جس کے ذریعہ یہ پشگوئی پوری ہوئی، اور دنیا میں پھر آپ کا لایا ہوا **نور** پوری شان و شوکت سے چمکا، **ظلمت** کے بادل چھٹ گئے اور اسلام کا روشن سورج افقِ عالم پر پھر اسی آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوا۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے بڑا کام یہ کیا، کہ دہریت و الحاد کا جو متلاطم سمندر موجیں مار رہا تھا، اور جس کی زد میں ہر کہ ومہ، خواہ وہ ہندو ہو یا

عیسائی، یہودی ہو یا مسلمان، بہا جا رہا تھا، اسے ایک زبردست بند کے ساتھ روک دیا۔ آپ نے زندہ خدا کے زندہ معجزات ونشانات دکھا کر اس کی ہستی پر ایمان پیدا کیا۔ دنیا معجزہ کو قصۂ پارینہ، اور اگلے وقتوں کی جاہلانہ زود اعتقادی کی یاد سمجھتی تھی، لیکن آپ نے اسے ایک حقیقت ثابت کر کے گذشتہ تمام انبیاء وصلحاء کی صداقت اور عزت کو قائم کیا۔ پھر آپؑ نے اپنے تمام معجزات اور نشانات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت قرار دیا، اور دیگر تمام مذاہب کے لوگوں کو نشان نمائی کے میدان میں دعوتِ مقابلہ دی، جس کے لئے کسی کو طبع آزمائی کی جرأت اور حوصلہ نہ ہوا۔ یہ آپؑ کی اتنی بڑی اسلامی خدمت ہے، جس کی مثال تیرہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ بے شک مسلمانوں میں بڑے بڑے حامیانِ دین گذرے ہیں جنہوں نے اپنی عمریں اسلام کی خدمت کرتے ہوئے گذار دیں، مگر روحانی میدان میں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے اس زمانہ میں اسلام کو سب مذاہب پر غالب کیا، اس طرح اور کسی کو اسلام کی حمایت کا موقعہ نہیں ملا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عظیم الشان کارنامہ کا ایک اور پہلو یہ ہے، کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی اصل بیماری ان کی رُوحانی کمزوری اور خدا تعالےٰ کی ذات پر ایمان کی کمی یا فقدان تھا، اور یہی باعث ان کی دنیاوی کمزوری کا بھی تھا، حضرت اقدسؑ نے اس مرض کا علاج کیا، اور معجزات اور پیشگوئیوں کے ذریعہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت دیا۔ یہ اسی کی برکت ہے، کہ مسلمانوں میں سے ایک

پاک جماعت قائم ہوگئی، جو خدا تعالےٰ کی ذات پر ایمان سے سرشار ہو کر دیوانہ وار صحابہؓ کی طرح خدمتِ اسلام میں مصروف ہے۔ یہ چھوٹی سی جماعت اپنی بے سروسامانی کے باوجود اسلام کے لئے جو قربانی کر رہی ہے، اس کی مثال کسی اور جگہ تلاش کرنا بے سُود ہے۔ اس کے ہر فرد کے دل میں اگر کوئی خواہش اور تمنّا ہے، تو وہ صرف یہ ہے، کہ اسلام پھر دنیا میں سربلند ہو۔ یہ جوش اور قوّتِ عمل یقیناً صحابہ کرامؓ کے سوا اور کہیں نہیں ملے گی۔

Digitized by Khilafat Library

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے، کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ دنیاوی سکیموں سے ہرگز نہ ہوگی، کیونکہ یہ تو ایک رُوحانی نظام ہے، اس کی نشأۃ ثانیہ اسی نہج پر ہوگی جس پر اس کی نشأۃ اُولیٰ ہوئی تھی۔ "پان اسلام ازم" کی تحریک یا "اسلامی خلافت" کو زندہ کرنے کی تجویز، یا مسلمانوں کی "عسکری" تنظیم، یا کسی "دارالاسلام" کے قیام کا خیال، یہ سب دنیاوی سکیمیں ہیں، اور گذشتہ تجربہ شاہد ہے، کہ انسانوں کی سوچی ہوئی سکیمیں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں، اور نہ مسلمانوں کے پنپنے اور ان کی کھوئی ہوئی عزّت و وقار کے دوبارہ حاصل کرنے کی یہ ترکیبیں ہیں۔ مسلمان اگر پھر اسی مقامِ رفعت پر پہونچنا چاہتا ہے، جس پر اس کے آباؤ اجداد فائز تھے، تو اس کی صرف یہی ایک صورت ہے، کہ اسے اپنے بزرگوں کی سی دینداری اختیار کرنی چاہیئے، انہیں کا سا ایمان باللہ پیدا کرنا چاہیئے، اور انہیں کی سی اصول و شعار اسلام کی پابندی اختیار کرنی چاہیئے، اور یہ اسی حال میں ہوسکتا ہے، کہ وہ کسی "مردِ مومن" کا دامن پکڑ لیں۔ مغربی طرز کے لیڈروں کی کوئی "لیگ" یا دنیاوی عالموں کی کوئی

"جمعیت" یا جسمانی بادشاہوں کا کوئی "میثاق" مسلمانوں کو ہرگز مفید نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کی زبان سے مسلمانوں کے لئے قیامت تک کا لائحۂ عمل خود تجویز کر دیا ہے۔ اس میں یہ بات صاف اور کھول کر بیان کی گئی ہے، کہ اسلام جب کبھی کمزور ہوگا، اس کی حفاظت کے لئے خدا تعالےٰ خود سامان مہیّا کریگا، اور مجدّدین کے ذریعہ اس کام کو سرانجام دیگا، اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ اور وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کے الٰہی وعدے اور اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِأَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا کا نبوی ارشاد اسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، اسلام میں انسانی دماغ کی اختراع کی ہوئی سکیموں کو کوئی جگہ حاصل نہیں ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو بھیجا ہے، اور مسلمانوں کی تمام ترقیات کو انہیں کی پیروی سے وابستہ قرار دیا ہے۔ واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے، کہ آپ کی پیروی سے ایمان باللہ جیسی بے بہا دولت حاصل ہوتی ہے، اور اس سے وہی قوتِ عمل پیدا ہوتی ہے، جو صحابہ کرامؓ میں پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ جماعت احمدیہ کی گذشتہ تاریخ اس پر شاہد ہے۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ "مرزا صاحب" نے آکر مسلمانوں کو حکومت نہیں دلائی، حالانکہ اسلام کا حقیقی مقصد دنیاوی حکومت دلانا نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد لوگوں کے قلوب میں آسمانی بادشاہت کا قیام ہے۔ لیکن چونکہ جن دلوں میں آسمانی حکومت قائم ہو جائے، جسمانی حکومتیں خود بخود ان کے سامنے جُھک جاتی ہیں، اس لئے

اسلام کی آسمانی بادشاہت جن قلوب پر قائم ہوئی، وہ تمام جسمانی حکومتوں پر غالب آئے، اور ان پر قابض ہو گئے۔ قرآن مجید میں کہیں بھی دنیاوی اور جسمانی حکومت کو مسلمان کا نصب العین قرار نہیں دیا گیا، بلکہ مسلمان کا نصب العین رُوحانی بادشاہت کا قیام قرار دیا گیا ہے، اور یہ حکومت اسی وقت قائم ہو سکتی ہے، جب قلوب خدا کی ذات پر ایمان اور یقین سے پُر ہو جائیں، اس کے بعد دنیاوی حکومتیں خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں، چنانچہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں یہی ہوا۔ اور اب بھی یہی ہوگا۔ کوتاہ بین کی نظر میں دنیاوی بادشاہت کو اہمیت حاصل ہے، مگر خدا کا منشاء آسمانی بادشاہت کا قیام ہے، اور اسی پر دنیاوی نظام کی بنیادیں استوار ہونگی۔ الٰہی سلسلوں میں ہمیشہ اسی ترتیب سے انقلاب آتے رہے ہیں، اور یہی ترتیب یہاں بھی قائم رہے گی، اور اپنے وقت پر اس کی تمام منازل پایۂ تکمیل کو پہونچیں گی، ہر چیز خدا تعالےٰ کے اندازہ میں مقدر ہے، وہ اپنے وقتِ معیّن پر خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے۔

سیّدنا مسیح موعود علیہ السّلام نے روحانی میدان کے علاوہ عقلی اور نقلی دلائل کے میدان میں بھی مخالفینِ اسلام کو خطرناک شکست دی۔ دشمن کا کامیاب مقابلہ تبھی ہو سکتا ہے، جب دفاع کے ساتھ اس پر حملہ بھی کیا جائے۔ آپ نے میدان میں نکلتے ہی ایک طرف مخالفین کے اعتراضات کی مدافعت کی، اور دوسری طرف ان کے مذاہب کی تعلیمات پر ایسے ایسے حملے کئے، جن سے وہ بوکھلا گئے اور ان کی توجہ اسلام پر اعتراض کرنے کے بجائے اپنے گھر کی حفاظت کی طرف ہو گئی۔ اور یہ دفاع

اور حملہ بیک وقت اس زور اور شدّت سے ہوا، کہ دشمن کی صفوں میں جو نہایت سکون کے ساتھ آگے بڑھی آرہی تھیں، ہلچل مچ گئی، اور بالآخر وہ میدان کو چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک کامیاب اور فاتح جرنیل کی حیثیت میں فرماتے ہیں:-

Digitized by Khilafat Library

"بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ، جو یہ کہتا ہو، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی، یاد رکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گذر گیا اب وہ زمانہ آگیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربی جسکو گالیاں دی گئیں، جس کے نام کی بے عزتی کی گئی، جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھکر شائع کیں، وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۴)

درحقیقت ہم آج اس طوفان کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے، جو آج سے ساٹھ برس پیشتر عیسائی مشنریوں نے تمام دنیا میں اور آریہ سماج وغیرہ فرقوں نے ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مچا رکھا تھا۔ ان کی طرف سے ہر روز گلی کوچوں میں وعظ اور لیکچر ہوتے تھے، ٹریکٹ اور پمفلٹ شائع کئے جاتے تھے، جن میں اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نشانۂ طعن بنایا جاتا تھا، لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیاب مدافعت اور حملہ نے سب کے دانت کھٹے کر دیئے، اور اب خدا تعالےٰ کے فضل سے دلائل کے میدان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ علم کلام کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی علمِ کلام کو لیکر جماعت احمدیہ نے عیسائی اور آریہ

وغیرہ مناظرین کا ناطقہ بند کر رکھا ہے، اور ہر ملک اور ہر محاذ پر مخالفین کو شکست ہوتی رہی ہے۔ ان کا زور ٹوٹ چکا ہے۔ کہاں وہ حالت کہ بازاروں اور پبلک جگہوں میں جلسے ہو رہے تھے، اور اسلام پر برملا حملے کئے جا رہے تھے، اور کہاں یہ حالت کہ اب سب معترضین میدان خالی کر کے چھپکر بیٹھ گئے ہیں، یا ایسے مقامات کی تلاش میں ہیں، جہاں وہ یہ سمجھیں، کہ یہاں ہم جماعت احمدیہ کی دسترس سے باہر ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان مساعی کا نتیجہ جہاں حملہ آور مخالفین کی پسپائی کی صورت میں ظاہر ہوا، وہاں مسلمانوں کے لئے بھی ڈھارس کا موجب ہوا، اور یورپ کے فلاسفروں کا جو رعب ان پر طاری تھا، وہ دُور ہو گیا، یہی وجہ ہے، کہ انیسویں صدی کے نصفِ اوّل کے مصنفین اسلام اور موجودہ زمانہ کے مصنفین کے طرزِ تحریر میں نمایاں فرق ہے۔ اوّل الذکر گروہ کی تحریروں میں اعتذار (Apology) کا رنگ ہے، مگر مؤخر الذکر گروہ کی تحریریں متحدیانہ ہیں، اور یہ تحدّی سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے مستعار ہے۔

یہ حضرت اقدسؑ کی خدمات کا صرف ایک پہلو ہے، اگر تفصیل کے ساتھ آپ کے کارناموں کا ذکر کیا جائے، تو اس کے لئے ایک مبسوط کتاب کی ضرورت ہے مختصر یہ کہ آپؑ کی بعثت سے وہ تمام مقاصد پورے ہوئے، جو ایک مامور من اللہ کی بعثت سے وابستہ ہوتے ہیں۔ آج دُنیا میں ایک عظیم الشان فساد برپا ہے، جس سے بحر و برّ کا امن وسکون جاتا رہا ہے، اور سب قومیں ایک بےچینی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔

اسلام میں اس بے امنی اور بے چینی کا علاج موجود ہے۔ لیکن چونکہ خود اسلام سے وابستگی کے مدعی اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہو چکے تھے، اس لئے خدا تعالےٰ نے ان تعلیمات کو دوبارہ اُجاگر کرنے کے لئے ایک مجدّدِ اعظم کو بھیجا، جس نے دنیا کے سامنے تمام رُوحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہی اکسیری نسخہ پیش کیا، جو آج سے تیرہ سَو برس پیشتر ایسے ہی حالات میں سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا، اور جس کے استعمال سے دُنیا میں امن و امان کا دَور دورہ ہو گیا تھا۔ آج بھی اگر دنیا کے موجودہ ہر قسم کے امراض کا کوئی علاج ہو سکتا ہے، تو وہ یہی نسخہ ہے، جسے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے پیش کیا، اور ہم یقین رکھتے ہیں، کہ دنیا کو چاروناچار یہ نسخہ استعمال کرنا پڑے گا۔

Digitized by Khilafat Library

رُوحانی مصلحین کے ظاہری غلبہ کے لئے کوئی خاص قانون مقرر نہیں ہے، کہ وُہ کتنے عرصہ میں ہونا چاہیئے، گذشتہ انبیاء و مامورین کے حالات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ کبھی یہ غلبہ جلدی ہو جاتا ہے، اور کبھی کچھ دیر سے۔ اس کے معیّن وقت کا علم صرف خدا تعالےٰ کو ہوتا ہے، اور قبل از وقت اس کے متعلق کوئی قیاس کرنا ناممکن ہے۔ پس یہ اعتراض کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ابھی تک ظاہری غلبہ کیوں نہیں ہوا، تاریخ اور سنّتِ الٰہیہ سے ناواقفی کا ثبوت ہے۔ آپ کی بعثت اسلام میں وہی حیثیت رکھتی ہے، جو موسوی سلسلہ میں حضرت مسیح ناصریؑ کی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی مناسبت سے چودھویں صدی کے مجدّد کو مسیح کا لقب دیا ہے، اور غالباً یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا، کہ مسیح محمدی کا ظاہری غلبہ

اسی طریق پر ہوگا، جس پر مسیح ناصریؑ کا ہوا تھا، اور ہم کو جلدی نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ صبر و استقلال سے انتظار کرنا چاہیئے۔ موجودہ حالات پر آئندہ کا قیاس کرنا الٰہی جماعتوں کے معاملہ میں ہمیشہ غلط ثابت ہوا ہے، اس لئے جماعت احمدیہ کی موجودہ حالت کو دیکھکر مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ فی الحال جو چیز دیکھنے کے لائق ہے، وہ صرف یہ ہے، کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت منہاج نبوت پر ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر آپؑ کی بعثت منہاجِ نبوّت پر ہے، تو آپؑ کی صداقت اور مامور من اللّٰہی میں شک و شبہ کرنا عنداللہ مؤاخذہ کا موجب ہوگا۔ ظاہری غلبہ تو بعض انبیاء کا ان کی وفات کے کئی صدیوں بعد ہوا، پھر یہاں یہ چیز نہ ماننے کا صحیح عذر کیونکر ہوسکتی ہے۔

*

انعامی مضامین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ کی توسیع اشاعت، مقبولیتِ عامہ اور بلندیٔ معیار کے لئے منجملہ اور تجاویز کے ایک یہ تجویز بھی تھی، کہ انعامی مضامین کا اعلان کیا جائے، مقصود اس سے یہ تھا کہ اہلِ قلم حضرات اس طرف توجہ فرمائینگے، اور محنت کرکے تحقیقی مضامین بھیجیں گے، لیکن نہایت ہی افسوس سے لکھنا پڑتا ہے، کہ احباب نے اس طرف کما حقّہٗ توجہ نہیں دی۔ ہم نے چھ عنوانوں کا اعلان کیا تھا، جن میں سے پہلے عنوان پر سات مضامین موصول ہوئے اور دوسرے پر صرف چار۔ اتنی بڑی علمی جماعت میں مقالہ نویسی کے علمی مقابلہ میں اس قدر تھوڑے اصحاب کا شریک ہونا بہت تعجّب انگیز ہے۔ اور جو مضامین موصول ہوئے ہیں، ان کے متعلق بھی ججوں کی رائے یہ ہے، کہ کوئی ایک مضمون بھی اس معیار پر پورا نہیں اُترتا، جس کی اس انعامی مقابلہ میں توقع کی جاتی تھی۔

یہ رسالہ قوم کا رسالہ ہے، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار جماعت کے وقار کا تقاضا ہے، کہ اس میں بلند پایہ علمی اور تحقیقی مضامین شائع ہوں ہمیں اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے، مگر ساتھ ہی ہم نہایت ادب سے اپنے احباب کی خدمت میں یہ گذارش کرینگے، کہ اس رسالہ کا بھی ان پر کچھ حق ہے۔ اہلِ قلم حضرات کا یہ فرض ہے، کہ وہ علمی اور تحقیقی مضامین ارسال کریں، اور عام احباب اس کی توسیع اشاعت کے لئے کوشاں ہوں، اور ایسی تجاویز اور تعمیری ہدایات سے وقتاً فوقتاً ہمیں اطلاع دیتے رہیں، جس سے یہ رسالہ مقبولِ عام ہو سکے، اور اس کا علمی معیار بلند ہو سکے۔ ہم ان مضمون نگاروں کے تہِ دل سے شکر گذار ہیں، جو وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ حصّہ اس رسالہ کے لئے وقف کرتے ہیں، اور ان بزرگوں کے بھی ممنونِ احسان ہیں جنھوں نے انعامی مقابلہ کے لئے گرانقدر رقوم عطا فرمائیں لیکن ہمیں جماعت کے ذی علم اور اہلِ قلم حضرات سے شکوہ بھی ہے، کہ وہ اس قومی رسالہ کی طرف وہ نظرِ عنایت نہیں رکھتے، جس کا یہ مستحق ہے۔

انعامی مقابلہ نے ہمارے لئے بجائے سہولت پیدا کرنے کے مشکلات کا دروازہ کھولدیا ہے، اور ہم شش و پنج میں ہیں، کہ انعامی رقوم کو کس طرح تقسیم کیا جائے۔ انعامی مضامین کے اعلان کا مقصد تو یہ تھا کہ ذی علم احباب اس کی طرف زیادہ توجہ دیں، اور محنت کر کے بلند پایہ تحقیقی مضامین لکھیں، مگر ہوا یہ کہ اوّل تو بہت تھوڑے دوستوں نے توجہ کی، اور دوسرے یہ کہ قلم برداشتہ پرانی طرز پر مضامین لکھکر بھیجدیئے گئے، حالانکہ جن اصحاب نے اپنے مقالے بھیجے ہیں، ان میں سے بعض اگر ذرا زیادہ محنت کرتے، تو بہت اعلیٰ اور مفید علمی مضامین لکھ سکتے تھے، جن سے

ہمارے لٹریچر میں نیا اور قابلِ قدر اضافہ ہوتا۔ اب چونکہ ججوں نے پہلے دونوں موضوعوں پر آمدہ مضامین میں سے کسی کو بھی معیاری قرار نہیں دیا، اس لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے، کہ انہیں موضوعوں پر ایک دفعہ پھر احباب کو طبع آزمائی کی دعوت دی جائے، اور دونوں موضوعوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے، جس کا عنوان یہ ہوگا، "انیسویں صدی کی مذہبی تحریکات میں احمدیّت کی امتیازی خصوصیات"۔ اہلِ قلم حضرات سے یہ توقع کی جاتی ہے، کہ وہ اس عنوان کے ذیل میں انیسویں صدی کے بنیادی اصولوں اور رجحانات پر بحث کر کے احمدیت کی امتیازی شان کو ظاہر کریں۔ اس کے لئے گہرے مطالعہ، اور محنت کی ضرورت ہے، لہٰذا ہم اس کی میعاد بھی لمبی رکھتے ہیں۔ ارادہ ہے، کہ یہ مضمون جلسہ سالانہ کے موقعہ پر رسالہ میں شائع کیا جائے، اس لئے کثرت سے ذی علم احباب مضامین لکھکر ۵ر دسمبر تک ارسال فرما دیں۔ انعام کی تقسیم کا یہ طریق ہوگا، کہ تین جج پہلے اس امر کا فیصلہ کرینگے، کہ کونسے مضامین معیار پر پورے اُترتے ہیں، پھر ان میں اول دوم اور سوم کا انتخاب کرینگے، یہ تینوں مضامین شائع کر دیئے جائیں گے، اور ناظرین سے درخواست کی جائے گی، کہ وہ اطلاع دیں، کہ ان میں سے کون سا مضمون زیادہ مقبولِ عام ہوا۔ جس مضمون کے حق میں زیادہ آراء ہوں گی، اس کے لکھنے والے کو پچاس روپے انعام دیا جائے گا۔

Digitized by Khilafat Library

ایک اور ساٹھ روپے کی انعامی رقم کی تقسیم یوں ہوگی، کہ آئندہ سال بھر میں مختلف موضوعوں پر جو مضامین رسالہ میں شائع ہونگے، ان کے لکھنے والوں میں سے ججوں کے مشورہ اور ناظرین کی آراء اور مقبولیّت عامہ سب باتوں کو مدنظر

رکھکر اوّل رہنے والے مضمون نگار کو تیس روپے، دوم رہنے والے کو بیس روپے اور سوم رہنے والے کو دس روپے انعام دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ اعلان کردہ سابقہ عنوانات میں سے تیسرے اور چوتھے کو بھی ملاکر ایک عنوان کر دیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمان و مقامِ ظہور کی موزونیّت"۔ اس عنوان پر جو دوست طبع آزمائی کرنا چاہیں، وہ تاریخی اعتبار سے یہ ثابت کریں، کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس زمانہ (ساتویں صدی) اور جس مقام (عرب اور اس کی قوم) میں ظاہر ہوئے، وہ کامل اور عالمگیر شریعت کے حامل نبی کے ظہور کے لئے موزوں تھے۔ اس کا فیصلہ بھی اسی طریق سے ہوگا، جو پہلے عنوان پر آمدہ مضامین کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ موضوع بھی کافی مطالعہ اور محنت کا محتاج ہے، اس لئے اس کی میعاد بھی ۵ر دسمبر تک رکھی جاتی ہے۔

ان تین انعاموں کے علاوہ پچیس پچیس روپے کے دو اور انعام بھی دیئے جائینگے، اور انکے لئے ہم اپنے ناظرین سے درخواست کرتے ہیں، کہ وہ براہِ مہربانی اپنے مشورہ سے مطلع فرماویں، کہ ان کے لئے کون کونسے موضوع مقرر کئے جائیں، اور فیصلہ کا طریق کیا ہو؟ امید ہے اصحاب الرائے دوست ہمیں اپنے مفید مشوروں سے مستفید فرماکر ممنون فرمائینگے۔ اس اعلان سے قبل جو اعلانات انعامی مضامین کے بارے میں ہو چکے ہیں، انہیں منسوخ سمجھا جائے۔

آخر میں ہم پھر ایک دفعہ عرض کرینگے، کہ اس رسالہ کو بلند پایہ اور مقبول عام اور وسیع الاشاعت بنانا ہر احمدی کا فرض ہے، اور یہ اسی طرح ہوسکتا ہے، کہ احباب اس میں پوری دلچسپی کا اظہار کریں۔ کیا ہم توقع رکھیں کہ احباب اپنے فرض کو ادا کرینگے؟

بعثتِ مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف نبرد آزما عمل

(از "ذاکر عجمی")

لق و دق صحرا کی وسعتِ بے کنار کا احساس ہو، مگر نخلستان کی خواہش نہ ہو۔ ہجومِ امراض سے رگِ حیات مائل بہ سکوں ہو، اور علاج و شفا کی آرزو نہ ہو۔ امساکِ باراں سے دم نکلا جارہا ہو، لُو سے بدن جُھلسے جارہے ہوں، اور ابرِ نیساں کی تمنّا نہ ہو۔ کشتی موجِ گرداب میں اسیر ہو، اور ملّاح کو ساحل کا خیال تک نہ آئے۔ سفر "بے سنگ و میل" ہو، منزلِ مقصود کا کچھ پتہ نہ چلے، اور مسافرِ آبلہ پا کو رہنما کا وجود لایعنی معلوم دے۔ یہ غیر فطرتی باتیں ہیں۔ وہ جس کے دماغی قویٰ ماؤف ہو چکے ہوں، جس کی قوتِ واہمہ نے عقلِ سلیم کو تاراج کر دیا ہو، وہی ایسے تضادات کا تصوّر کر سکتا ہے۔ ورنہ ان کا تصوّر فطرت کے خلاف کُھلی بغاوت ہے۔ جو اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے، وہ فرزانگی کا دعوےٰ نہیں کر سکتا، اور خردمند انسانوں کی صف میں کھڑا ہونے کے قابل نہیں۔

لیکن یہ ایک المناک حقیقت ہے، کہ ملّتِ اسلامیہ جب مرکزِ ثقل سے ہٹی، تو اس میں انواع و اقسام کے عوارض پیدا ہو گئے۔ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مہلک عارضہ یہی دو متضاد اور متصادم عقائد کا جمع ہو جانا ہے۔ یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے، کہ شئے لطیف مفقود ہے، اور دماغ دیوانگی کا مسکن ہو چکا ہے۔ جس طرح دیوانہ

باوجود اپنی تمام عریانیوں اور فحش کلامیوں کے عقل و خرد کا دعویدار ہوتا ہے، اور اس بات سے سخت برہم ہوتا ہے، کہ کوئی اس کو دیوانہ یا مجنون کہے، بعینہٖ اس ملّتِ مرحومہ کے نام نہاد علمبردار ایک طرف تو اسلام کی بےکسی پر اشکبار ہیں، اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی بےحسی اور جمود پر ماتم کناں ہیں، اور زبانِ حال سے کسی "آوازِ سروش" کے لئے گوش بر آواز ہیں، مگر دوسری طرف ان کا یہ حال ہے، کہ جب ہاتف سے ندا آتی ہے، اور کوئی مردِ کامل ان کی تمناؤں کی تکمیل کے لئے ان کے دلوں پر دستک دیتا ہے، تو وہ نعل در آتش ہوجاتے ہیں۔ امراض و عوارض کا انکار نہیں کرتے، مگر معالج کی آمد کو پیغامِ اجل تصوّر کرتے ہیں۔ امساکِ باران کے معترف ہیں، مگر آسمانی ترشح کو نخلِ حیات کے لئے قاتل سمجھتے ہیں۔ سفینۂ اسلام کو قعرِ دریا میں ہچکولے کھاتے ہوئے دیکھتے ہیں، مگر "با خدا ناخدا" کے پتوار کو دیکھکر واویلا کرتے ہیں۔ افکار و اعمال کے بگاڑ کو بھول بھی نہیں سکتے، مگر مصلحِ ربّانی کی بعثت ان پر گراں گذرتی ہے۔ جب امّت کا یہ حال و قال ہو، تو اصلاح و تجدید کی دشواریاں اظہر من الشمس ہیں۔ مگر جیسے عالمِ مادیت میں نوامیس فطرت جھٹلائے نہیں جاسکتے، اور متضاد خیالات خس و خاشاک کی طرح مٹ جاتے ہیں، اور دنیا کا کاروبار بخیر و خوبی چلتا چلاجاتا ہے، اور جو اس کی تکمیل میں حائل ہوتا ہے وہ خود مٹ جاتا ہے، سیارگان کی سیر و گردش کسی کے انکار سے رُک نہیں سکتی، عناصر کا بےپناہ عمل کسی کی تسلیم و رضا کا محتاج نہیں، یہی حال عالمِ روحانیت کا ہے، اس عالم میں بھی زمین و آسمان ہیں، اس میں بھی مہر و ماہ ہیں، اس میں بھی سیّارے اور ثوابت ہیں، ان کی نقل و حرکت، ان کی سیر و گردش اور ان کا عمل اور ردّ عمل بھی مقدر ہوچکا ہے

کسی کا انکار یا بغاوت سوائے جنون کے اعلان کے اور کچھ معنی نہیں رکھتا، جو اس رُوحانی عمل میں ممد ہوتا ہے، وہ کامیاب و کامران رہتا ہے۔ جو جنگ کرتا ہے، وہ شہاب ثاقب کا ایندھن بن جاتا ہے۔ جن کی حقائق پر نظر ہوتی ہے، وہ جانتے ہیں، کہ مشن ربّانی ضرور کامیاب ہوتے ہیں، چاہے حالات کتنے ہی نامساعد کیوں نہ ہوں، اور قبولیّت کا مادہ کتنا ہی مفقود کیوں نہ ہو گیا ہو۔

ان حالات میں جب ہم حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت پر نظر ڈالتے ہیں، تو ہمیں وہی دشواریاں اور صعوبتیں نظر آتی ہیں، جو افکار و اعیان میں ضدّین کے اجتماع سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور یہ فساد و خلل نت نئے رنگ و روپ میں پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن امیدِ کامرانی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں مٹتی۔ اسلام کے اس بطلِ جلیل کی خدماتِ جلیلہ اور خیرہ کن کامیابیوں کے مطالعہ کے لئے ضروری ہے، کہ اس بعثت کے پہلے اور بعد کے حالات کا اعادہ کیا جائے، اور جو اس "مردِ کامل" کے مشن کے خلاف ردِّ عمل ہوا، اس کا جائزہ لیا جائے۔

Digitized by Khilafat Library

یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے، کہ انیسویں صدی میں مذہب و رُوحانیّت کی فصیلیں منہدم ہونی شروع ہوئیں، اور مادیتِ قدیم نے چولہ بدلا، اور وہ مغربی تہذیب کے پیرہن میں دُنیا کی سٹیج پر جلوہ گر ہوئی۔ یہی وہ زمانہ ہے، جب مغربی اقوام میں ایک معاشی انقلاب ہوا، نظامِ جاگیرداری مٹ گیا، اور تجارت کی آزادی نے نظامِ سرمایہ داری کو فروغ بخشا، سیاحوں نے نئے ممالک دریافت کئے، زمین کے دفینوں کو بے نقاب کیا، ویران علاقے جو وحشی اقوام کے وطن تھے، آباد گروں کی صنعت و حرفت سے تہذیب و تمدّن کے گہوارے بن گئے۔ تجّار اور تاجدار دونوں اس عملِ سَلب و نہب

میں برابر کے شریک تھے۔ ان کے تعاون نے ملک کے کثیر حصّے کو ان کا دست نگر کر دیا۔
ان کے استحصال کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا تعذیب و تعزیر کا سامنا کرنا
تھا۔ حقیقت تو یہ ہے، کہ جمہور میں معاشی استبداد کا شعور بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔
ہاں ایک سمت سے کھٹکا تھا، اور وہ کلیساء کا وجود تھا۔ عرصہ ہوا "عیسائیت" مٹکر
"کلیسائیت" ہو چکی تھی۔ ارباب کلیسا نے الوہیّت کا پیرہن پہن لیا تھا، اور لوگوں کے
دماغوں اور ذہنوں پر پورے طور پر مسلّط ہو گئے تھے۔ عیسائی مذہب کے اصول کے
مطابق مذہب اور سیاست دو منفک چیزیں ہیں، لیکن کلیسا غیر مرئی امور پر اقتدار
سے مطمئن نہ ہوا، اور سیاست پر بھی چھاپا مارا، اور بادشاہوں کے ساتھ دست و گریبان
ہوا۔ اس تصادم و پیکار سے یورپ کی تاریخ رنگین ہے۔ اس خونین تاریخ میں ایک
ایسا زمانہ آگیا، جب کلیسا کو کلّی اقتدار نصیب ہو گیا، اور تاج و اورنگ کو کلیسا
سے نہ صرف یمن و برکت مانگنی پڑی، بلکہ امورِ مملکت کے اکثر و بیشتر حصّوں میں کلیسا
کے زلہ رُبا ہو گئے، اور کافی عرصہ تک ریاست اور سیاست پر کلیسا کے سائے بڑھتے
رہے۔ لیکن شاہانہ اقتدار ارباب کلیسا کو راس نہ آیا، اور اخلاقی ذمائم میں مبتلا ہو کر
جمہور کی نظر سے گر گئے۔ اس روز افزوں ضعف کو دیکھکر شاہانِ وقت نے پھر زور
پکڑا، اور کلیسا کو امورات سیاسی سے بے دخل کر دیا۔ تاریخ کا یہی دور تھا، جب
معاشی انقلاب ہوا، اور کلیساء بھی سرمایہ داری کا آلۂ کار بن گیا۔ اب جہاں تاجر جاتے،
وہاں پادری بھی جا موجود ہوتے۔ دُنیا میں ہر جگہ "تجارت" اور "مشن" کے زور پر کلیسائی
حکومتوں نے غلبہ حاصل کیا۔ بائبل کا ہر زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ دور دراز مقامات پر
گرجے قائم کئے گئے، "خدمتِ خلق" کے بہروپ میں بہت ادارے قائم ہوئے، اور یہ طریقہ

بہت کارگر ثابت ہؤا۔ کیونکہ محکوم اقوام کے اکثر افراد عیسائیت کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ ہندوستان کو اس ضمن میں بطور نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے ممالک میں بھی "تاجر"۔ "تاجدار" اور "کلیسا" کی متحدہ کوششوں کی بدولت "مغرب" کو استیلاء نصیب ہؤا۔ لیکن ہر جگہ اسکو اسلام سے لڑنا پڑا، اور ہر جگہ اس کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اس کی وجہ عیاں ہے: اسلام وہ جذب مقناطیسی اور قوتِ کہربائی کھو بیٹھا تھا، جس نے اس کو کسی وقت قوت فائقہ بنا دیا تھا۔ اس بے دست و پائی میں کلیساء کا مقابلہ کرنا محال تھا۔ اب سوال یہ تھا، کہ اسلام کو کس طرح زندہ کیا جائے۔ بعض اہلِ دل تھے، جنہوں نے اس میدان میں کچھ کام کیا۔ مگر یہ معرکہ محض علم و عقل سے سر نہیں ہو سکتا تھا، اس کے لئے الہام و عرفان کی ضرورت تھی۔ تجدید کی کوششیں کیا ہوئیں، تاویلات کا سیلاب بہہ پڑا۔ ذہنی مرعوبیت کا نتیجہ یہ ہؤا، کہ اسلامی تعلیمات کو فرسودہ قرار دیا گیا، اور بعض کو ایسا رنگ دیدیا گیا، جس سے یہ مغرب کی نظر میں قابلِ اعتراض نہ رہیں۔ یہ ترمیم و تنسیخ تقریبًا ہر حصے میں کی گئی۔ اس وقت کے معاشی نظام کا اساسی اصول سود تھا، اور "سود" ہی کا دوسرا نام سرمایہ داری ہے۔ اسلام نے اس کو نجاست قرار دیا ہؤا تھا۔ اور یہ اصول ہدفِ طعن بن گیا۔ اس طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے جھٹ یہ تاویل کر دی گئی، کہ سود کی تحریم ہنگامی تعلیم تھی، اور اب جبکہ سارے سماج کی بنیاد اس پر ہے، یہ جائز ہے، اور اسلام کو مزاحم نہیں سمجھنا چاہئیے۔ اسی طرح تمدنی زندگی میں مسئلہ ازدواج اور طلاق کے متعلق بھی ایسی ترمیمات کی گئیں۔ اسی طرح اسلام کی ربانی تعلیم کو مادی فلسفوں کے سانچوں میں ڈھال کر اس کے رُخِ زیبا کو اور بھی کریہہ المنظر بنا دیا۔ الغرض "ناخدا ملتے ہیں سب پر باخدا ملتا نہیں" کا مضمون تھا۔

ایسی زبوں حالی میں پیغامِ الٰہی کی تجدید کسی آسمانی آواز ہی سے ہو سکتی تھی۔ قلوب کا اضطراب اسی طرح تسکین حاصل کر سکتا تھا، کہ کوئی مردِ کامل نیّرِ الہام کی روشنی سے تاریکی کو دور کرے، اور اسلام کے چہرے سے نقاب کشائی کرے۔ فلسفہ اور منطق اس مہمِ عظیم کو سر کرنے سے عاجز تھے۔ جس کو یہ اصلاح سمجھتے تھے، وہ نیا فساد و فتور ثابت ہوتا تھا، اور دشمن کی گرفت اَور مضبوط ہو جاتی تھی۔ ان حالات میں خود ساختہ مجتہدین گمراہی اور الحاد کا موجب ہو رہے تھے۔ ان کے اجتہاد و قیاس نے دین کو مضمحل کر دیا ؎

Digitized by Khilafat Library

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط — قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر — اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

اس دورِ انحطاط میں دین و ملّت کا احیاء ایک ہی طریق سے ہو سکتا تھا۔ اور وہ یہ تھا، کہ مامور من اللہ مبعوث ہو، اور وہ اپنے نفسِ حیات بخش سے "عروقِ مردہ" میں زندگی کی لہر دوڑا دے۔ اور اس کا قیاس و اجتہاد محض کاوشِ دماغی اور فلسفیانہ موشگافیوں کا نتیجہ نہ ہو، بلکہ خدا کے ودیعت کردہ علم و عرفان پر مبنی ہو۔ کیونکہ اُسی صورت میں یہ بے نقص و بے خطا ہو سکتا ہے۔ اور اُسی صورت میں وہ کفر کے تار و پود کو بکھیر سکتا ہے۔ اور ملت کی چمن بندی کے کام کو سر انجام دے سکتا ہے ؎

تا خدا صاحب دلے پیدا کند — کو ز حرفے دفترے اِملا کند
ساز پردازے کہ از آوازۂ — خاک را بخشد حیاتِ تازۂ
عقلِ عریاں را دہد پیرایۂ — بخشد ایں بے مایہ را سرمایۂ
بندہا از پا کشاید بندہ را — از خداوندان رہاند بندہ را

یہی رُوحانی تقاضے تھے، جنہیں پورا کرنے کے لئے خدا نے انیسویں صدی کے اواخر میں مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا، اور تجدید دین کی امانت سپرد کی۔ دعوٰی مہدویّت و مسیحیت سے قبل جو حضور نے قلمی جہاد کیا، اور جس حُسن و خوبی سے عیسائی منّادوں اور آریہ پرچارکوں کے زور کو توڑا، اور جس مؤثر پیرائے میں ان کے راز کو طشت از بام کیا، اس کی ایک دُنیا گواہ ہے۔ مرعوبیّت کے بادل چھٹنے شروع ہوئے، اور اسلام کے تمام مسائل دلیری سے پیش کئے جانے لگے۔ مگر یہ فقط قلوب کی کلبہ رانی تھی۔ رُوحانیت کا بیج مہدویت اور مسیحیّت نے بونا تھا۔ تاکہ مسائل کی تشریح اور زیادہ ایمان افروز ہو۔ تاکہ اس مردِ حق آگاہ کو دوسرے مجتہدین سے ممتاز کیا جائے۔ اور اس کے اجتہاد پر الہام کی مُہر ثبت ہو، اور سُننے والے محسوس کریں، کہ کہنے والا اپنے خدا کی طرف سے کہتا ہے، اور اس کے اقوال پر ہوائے نفس کا کوئی اثر نہیں، اور مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کا نظارہ پھر ایک دفعہ آنکھوں کے سامنے آجائے۔ لیکن جمہور اسلام پر جمود طاری تھا، وہ عیسائیّت کے پراپیگنڈے سے اندر ہی اندر مسموم ہو چکے تھے، وہ تعلیماتِ اسلام کے مسخ شُدہ چہرہ سے اس قدر مانوس ہو گئے تھے، کہ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے، کہ تجدیدِ دین کیلئے وحی کی ضرورت ہے۔ نتیجہ یہ ہوا، کہ اعلان مہدویت و مسیحیّت پر مخالفت کا لاوا پھوٹ پڑا۔ بجائے اس کے کہ حضرت اقدسؑ کے کام میں نقص نکالتے، اور اُن کی تحریک کے "مضر" اثرات پر زور دیتے، ان کے حملوں کی زد ان کی شخصیت پر پڑنے لگی لیکن درخت تو اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ مگر یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ پھلوں کی شیرینی اور حلاوت سے انکار کئے بغیر درخت

کی بیخ کنی پر لوگ تُل گئے۔ لیکن یہ مخالفتیں پرِ کاہ سے بھی زیادہ حقیر تھیں۔ درخت کا پھیلاؤ نہ رُکنا تھا، اور نہ رُکا۔ اپنوں کا تو یہ حال تھا، کہ آتشِ حسد میں بھسم ہو رہے تھے۔ اُدھر اغیار اسلام کی نوزائیدہ سطوت سے مرعوب ہو رہے تھے۔ کیونکہ تعلیم اسلام کو جس رنگ میں پیش کیا گیا، اس سے ان کے تمام اعتراضات ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو کر رہ گئے۔ جہاد کے صحیح نظریے نے پادریوں کی تلوارِ تنقید کو ہمیشہ کے لئے کُند کر دیا۔ یہ عیسائیوں کا پیدا کردہ خیال تھا، کہ "جہاد" کا ایک ہی مطلب ہے، کہ مسلمان کفّار کے خلاف برسرِ پیکار رہیں، اور غیر مسلم حکومتوں کے خلاف جنگ کر دیں، اور اسلامی حکومت قائم کریں۔ یہی وجہ تھی، کہ جب مسلمانوں کو رزم و پیکار کے بجائے قلمی اور علمی جہاد کی دعوت دی گئی، تو وہ بہت برافروختہ ہوئے، حالانکہ الوہیّت کے عقیدہ کا بُطلان اور عیسائی تعلیم کو از کار رفتہ ثابت کرنا کلیسائی اقتدار کے مٹانے کے مرادف تھا۔ اور یہی کام حضرت اقدسؑ نے کیا، اور ثابت کر دیا، کہ اسلام کی تعلیم کا کوئی شعشہ بھی فرسُودہ نہیں ہوا۔ گرجا کی منہزم فوجوں کی پسپائی اور آریہ پرچارکوں کی شکست فاش نے بھی مسلمانوں کو متاثر نہ کیا، اور وہی پیش پا افتادہ اعتراض کرتے رہے، اور حضورؑ کی رحلت کے بعد بھی مخالفت اسی نہج پر جاری رہی لیکن صداقت کی تلوار کے گھاؤ دنیاوی تدبیروں سے مندمل نہیں ہو سکتے، اور یہ احمدیّت کی فتح مبین ہے، کہ اب کچھ عرصے سے مخالفین نے پینترا بدل لیا ہے۔ اب تکذیب کا وہ رنگ نہیں رہا، جو پہلے تھا۔ اب بالعموم یہ نہیں کہا جاتا، کہ "مرزا صاحب" کے الہام غلط ہیں۔ بلکہ سرے سے انکار کیا جانے لگا ہے، کہ کوئی مہدی یا مسیح آنیوالا نہیں۔ اب بعثتِ مسیح کی پیشگوئیوں کو مجوسی خیال کے طور پر پیش کیا

جاتا ہے۔ محاذ کی تبدیلی سے تحریک احمدیت کو بہت تقویت پہونچی ہے۔ اگر یہ خیال محوسی ہے، تو اس کی دریافت کو چند سال بھی نہیں ہوئے، اور اس سے پہلے اور اب بھی علماء کا عقیدہ یہی ہے، کہ مہدی و مسیح آنے والا ہے۔ اس کے متعلق جو احادیث ہیں، وہ ان کو مجوسیت کا مال مسروقہ تصوّر نہیں کرتے۔ پیشتر اس کے کہ دنیائے مذہب کے یہ نئے "کولمبس" اپنی تحقیق سے حصار احمدیت پر حملہ آور ہوں، ان کو پہلے اپنے علماء کی سرکوبی کرنی چاہیئے، جو آج بھی مہدی کے لئے دیدہ براہ ہیں۔ انکے نظریوں کے تضاد سے یہ لازم آتا ہے، کہ دونوں فریق راستی پر نہیں ہوسکتے۔ یا تو علماء ان ملحد جوانوں کو اس واہمے اور نفسیاتی الجھاؤ سے نجات دیں، اور یا یہ "محقق" جوان اپنے علماء کو اپنے خود زائیدہ تصوّر کا قائل کرلیں۔ جب تک یہ امر طے نہیں ہوتا نئے حملے کی زد پہلے علماء پر پڑے گی، اور علماء کا عقیدہ اس نئے نظریہ کے لئے سمِ قاتل ثابت ہوگا۔

علماء نے حضرت اقدسؑ کا انکار کیا۔ مگر امت کو کوئی نعم البدل نہ دے سکے۔ اور انتظار کی گھڑیاں سوہانِ روح ہونے لگیں۔ نہ مدعی مہدویت کا مقابلہ کرسکے، اور نہ اُن کا "آنے والا" ہی آیا۔ نوجوانوں کی بے چین روحیں دیر تک غلطاں اور پیچاں رہیں آخر اس قلبی کشمکش سے فرار کی ایک ہی صورت نظر آئی، کہ مہدی کے آنے کا بالکل انکار ہی کردیا جائے۔ چنانچہ اب اسی خیال کی تبلیغ ہورہی ہے۔ لیکن اس میں بھی تسکینِ قلب کا کوئی سامان نہیں۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے، کہ احادیث کو بھی خیرباد کہدی جائے۔ کیونکہ یہ مہدی کی پیشگوئیوں سے بھری پڑی ہیں جس طرح علماء کے انکار سے وقار کا نتیجہ یہ ہوا، کہ مہدی کی آمد سے انکار ہوا، اب اس نظریہ کا یہ اثر

ہو رہا ہے، کہ نوجوان حدیث کے مُنکر ہوتے جاتے ہیں، اور اس انکار کو ثابت کرنے کیلئے مضامین لکھے جاتے ہیں۔ اور اس کو بدعت مذموم قرار دے کر لوگوں کو احادیث سے بیزار کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ افسانہ اسی پر ختم نہیں ہوتا، بلکہ اس سے ایک اور نفسیاتی کشمکش کا آغاز ہوتا ہے۔ وہ وہی تضاد ہے، جس کا میں ابتداء میں ذکر کر آیا ہوں۔ یعنی مرض میں مبتلاء ہونا اور معالج کے وجود سے بھی مُنکر ہونا۔ مہدویت کو مجوسیت تصوّر کرنے والے بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے، کہ ملّتِ اسلامیہ کی زبوں حالی ظاہر و باہر ہے۔ وہ اس کے احیاء کے خواہشمند بھی ہیں، اس کے بھی قائل ہیں، کہ کوئی مردِ حق آگاہ ہی اس گتھی کو سلجھا سکتا ہے، کبھی کسی کی طرف نظر کرتے ہیں، اور کبھی کسی کی طرف۔ اب اس کا ایک ہی طریق ہے، وہ یہ کہ اسلام کے مصائب و آلام کو نظر انداز کر دیں، اور یہ سمجھنے لگ جائیں، کہ اسلام اور ملّتِ اسلامیہ کو وہی سطوت حاصل ہو، جو قرونِ اُولیٰ میں حاصل تھی، یعنی حقائق سے آنکھیں بند کر لیں۔ کیونکہ جب تک رُوحانی امراض موجود ہیں، اور فساد و فتور کے جراثیم ملّت کے قلب و دماغ کو کھا رہے ہیں، روحانی معالج کا وجود ناگزیر ہے۔

الغرض احمدیت کے مخالف اس وقت ایک رُوح فرسا کشمکش میں مبتلاء ہیں۔ یہ حضرت مہدیٔ معہود کا وجودِ باجود ہے، جس نے افکار کی دُنیا میں ایک آگ لگا دی ہے۔ ہر طرف ایک جستجو کا سماں ہے، جن کی نظریں تیز ہیں، اور دل صاف ہیں، وہ روحانی پیکار سے آزاد ہو کر شاہدِ مقصود سے ہم کنار ہیں، لیکن جوان نعماء سے محروم ہیں، اور تعصّب کے شکار رہیں، ان کے لئے اُنکا مذہب "چیستان" بنا ہوا ہے، اور اطمینانِ قلب عنقا ہے ؎

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

"یا چناں کُن یا چنیں"

(از حقّانی ایم۔اے)

(۱)

مذہب کا بنیادی اصول خدا کی ہستی ہے۔ ثبوت اس کا یہ ہے، کہ نظامِ عالم ایک منظّم کی ضرورت ثابت کرتا ہے، کائنات کا وجود ایک خالق چاہتا ہے۔

بہتر! مادیین اور عقلیین کی مشکلات کو نظر انداز کر دیجئے، لیکن اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے نا کہ ایک خالقِ کائنات، ایک منظّمِ عالم ہونا چاہیئے۔ امکان اور ضرورت اَور بات ہے، اور فی الواقعہ موجود ہونا امرِ دیگر۔ ہے اور چاہیئے میں فرق ظاہر ہے۔ "خدا ہے" اس پر کوئی شہادت بھی ہے، یا صرف خواہش اور تمنّا، ضرورت اور جبلّی تقاضا، یا بدیگر الفاظ "ذہنی اور عملی تھکاوٹ" نے خدا کے وجود کو گھڑ لیا ہے؟

"ہاں ابتدائے آفرینش میں خدا نے کلام کیا۔ وہ خود بول اُٹھا، کہ "مَیں ہوں" اور انسانی زندگی کے لئے ہدایات دیں۔"

ممکن ہے ایسا ہو، مگر مجھے اس قصّہ سے کیا فائدہ؟ کیا وہ اب بھی بولتا ہے؟ کیا اس نے اب بھی کسی سے ملاقات کی؟ کیا اب بھی وہ کہتا ہے، "مَیں ہوں"۔ نہ معلوم ابتدائے آفرینش میں بولنے اور وجود کا دعوٰے کرنے کا قصّہ سچ ہے یا جھوٹ، کیا پتہ ہے، "وہ مر ہی گیا ہو۔"

Digitized by Khilafat Library

"نہیں جی۔ خدا ہے اور زندہ۔ وہ ابراہیم سے بولا اور موسٰے سے بھی۔"

پھر؟

"اس نے بولنا بند کر دیا۔"

"نہیں تو۔۔۔۔۔۔ وہ عیسٰےؑ سے بھی بولا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی۔"

اچھا پھر کیا ہوا؟

"اُس نے بولنا بند کر دیا۔"

کہیں نطشہ کی یہ روایت تو صحیح نہیں، کہ جب زرتشت (اس سے مراد اس کی اپنی ذات یعنی نطشہ ہے)، بلندیوں سے اُترا، اور جنگل میں پہونچا، تو اُسے ایک بوڑھا درویش ملا۔ ایک طویل گفتگو کے بعد وہ اس درویش سے پوچھتا ہے، تم جنگل میں کیا کرتے ہو؟ درویش کہتا ہے، مَیں خدا کی حمد کے ترانے گاتا ہوں، جب وہ اس سے جُدا ہوتا ہے، تو دل میں تعجّب کرتا ہے، "کیا یہ ممکن ہے؟ کہ اس بوڑھے فقیر کو ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ خدا مر گیا ہے۔"[ل]

Digitized by Khilafat Library

"بولنے کی دلیل کو رہنے دیجئے! خُدا نہ کبھی بولا اور نہ کبھی بولے گا۔"

تو یہ موسٰے، عیسٰے، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ابراہیم، سبھی یونہی کہتے تھے؟

"نہیں تو۔ وہ سچے تھے، خدا نہیں بولتا تھا، ان کا دل بولتا تھا، ان میں ایک ملکہ پیدا ہو گیا تھا، یہ اس کی آواز تھی نہ خدا کی، انہوں نے نیک نیّتی سے اسے خدا کی آواز سمجھا، حقیقت میں آواز، الفاظ وغیرہ کچھ نہ تھا، خیالات تھے خیالات۔"

اچھا تو پھر خدا کی ہستی کا قطعی ثبوت کیا ہوا؟ بس خدا "چاہیئے"۔ "ہے" کا پتہ نہیں۔

ل "Thus Spoke Zarathastra. P.6."

ٹھہریئے! ٹھہریئے!! میں بتائے دیتا ہوں۔ بات اصل میں یوں ہے، کہ کسی شخص کا وجود ایسے ہی ثابت ہوتا ہے، کہ جب وہ بلایا جائے، بولے۔

بشرطیکہ بہرا نہ ہو۔

"ہاں خدا تو سمیع وبصیر ہے۔ اور کلیم بھی۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔"

اچھا تو وہ جواب دیتا ہے کیا؟

"نہیں تو۔ اب نہ اسے بلانے کی ضرورت ہے، نہ اُسے بولنے کی۔"

Digitized by Khilafat Library

کیوں؟

"اسلئے کہ شریعت مکمل ہو چکی۔ شروع شروع میں آدمی تھے ذرا سیدھے سادھے عقلیں ان کی خام تھیں، اور خود اپنے فکر وتدبّر سے آئین نہ بنا سکتے تھے، بچّے تھے بچّے، انہیں بنے بنائے قاعدے اور قانون دیدیئے گئے، کہ دیکھو ان سے اِدھر ہونا نہ اُدھر۔ اب عقلیں ہوگئیں پختہ، سائنس نے تجرباتی طریق کا بول بالا کر دیا، اب تو ہم ہر سوال کا جواب خود سوچیں گے، اور تجربے کرینگے تجربے، اور تجربات ہمارے جوابات کی صحت بتا دینگے، آخر انسانیّت کو کب تک نکیلوں سے وابستہ رکھا جائے، اب آزادی ہونی چاہیئے آزادی اور "خودی" کے لئے وسیع میدان۔"

تو اب خدا کا وجود بیکار ہوا نا۔ کیا معلوم پہلے بھی خدا کا بولنا محض ایک افسانہ ہو، یا نفس کا دھوکا۔

کیا خدا ہے یا تھا؟ اگر پہلوں کے لئے اس کی ہستی کا ثبوت خدا کا بولنا تھا، تو آجکل کے لوگوں کے لئے بھی یہی ثبوت ہونا چاہیئے۔ پس سوال یہ ہے، کہ کیا خدا خود بھی اپنی ہستی کا کوئی ثبوت

دیتا ہے؟ کیا وہ خود بھی انا الموجود کہتا ہے؟ اگر پہلے کہتا تھا اب نہیں کہتا، تو نطشہ کی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر اب **بولتا** ہے تو کس سے؟ آؤ جس سے بولتا ہے اس کے گرد جمع ہو جائیں تاہم بھی اس کی آواز سُنیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد ایک چیلنج ہے؟ یا خدا ہے یا نہیں۔ اگر اگلے وقتوں میں اسکی ہستی کا قطعی ثبوت اس کا کلام تھا، تو اب بھی یہی ہونا چاہیئے۔ یا خدا زندہ ہے، یا مر گیا۔

کہیئے! آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ کہتے ہیں، خدا زندہ ہے، اور مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور آپ؟ یا خدا کو زندہ مانئے یا مردہ یا یہ کہ سرے سے تھا ہی نہیں۔

Digitized by Khilafat Library

(۲)

مذہب کا دوسرا بنیادی اصول ہے، **دُعا**۔

تمام عبادات اور تمام مجاہدات کا مغز ہے، دُعا۔

خدا ہے اور ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں، اس کے گرد محبت سے تڑپنا چاہتے ہیں جیسے شمع کے گرد پروانہ۔ ہم اس سے **باتیں** کرنا چاہتے ہیں، اور ملاقات۔ اس کے قرب کے خواہش مند ہیں، اور اس کے لئے بے قرار۔ ہم خدا کو بُلاتے ہیں، اور اپنی حاجت براری، رہنمائی، استقامت اور نصرت کے لئے پکارتے ہیں۔ کیا وہ ہماری پکار **سُنتا ہے**؟

”شاید“

تو تمہیں مذہب میں یقین نہ ہوا۔

Digitized by Khilafat Library

"پہلے سُنتا تھا۔ اب نہیں سُنتا"

خدا کی ہستی میں شک پیدا ہو گیا؟

"نہیں صاحب سُنیئے! دعا دراصل عبادت ہے، اور اپنی محبت کا اظہار۔ فریاد کرنے اور چیخنے چلانے سے قدرے اطمینان، تسلّی اور استقامت ہو جاتی ہے وبس"

اچھا تو خدا کا وجود اور دعا کا بہانہ دراصل ایک طفل تسلّی ہوئی، حقیقت اسکی کچھ نہیں۔ پھر تو نطشہ ہی سچا نکلا:۔

"دُعا کرنا باعثِ شرم ہے۔ سب کے لئے نہیں، بلکہ تیرے، میرے اور ہر اُس انسان کے لئے جس کے دماغ میں ضمیر ہے، تیرے لئے دعا کرنا باعثِ شرم ہے۔ تجھے خوب معلوم ہے، تیرے اندر بُزدلی کا بھُوت چاہتا ہے، کہ تو ہاتھ جوڑے، نہیں گودی میں رکھے، اور تیرے لئے کام آسان کر دیئے جائیں۔ یہ بزدلی کا بھُوت تجھے ترغیب دیتا ہے کہ خدا ہے۔" [ل]

اس سے تو "دُعا" اور "خدا" دونوں افسانہ بن کر رہ گئے۔ "دُعا" کمزوری کا اعلان ہے اور "خدا" ایک موہوم سہارا۔ تم لاکھ سر پٹکو، گڑگڑاؤ، اور رو رو کر ہلاک ہو جاؤ، تمہاری مدد کو کسی نے نہیں آنا۔ تم لاکھ چیخو اور پکارو، تمہیں کوئی جواب نہیں دیگا۔ دعا فضول ہے، اور خدا کا وجود فرضی۔

"نہیں! نہیں!! ٹھہریئے۔ مَیں بتاتا ہوں۔ خدا ہے اور دعائیں سُنتا ہے۔"

تمہیں کیسے پتہ چلا؟ کیا جب تم روتے ہو، اور گڑگڑاتے ہو، وہ تمہیں تسلّی دیتا ہے؟ کیا وہ بول کر کہتا ہے، تمہاری دعا منظور ہو گئی؟ کیا وہ تمہاری رہنمائی کے لئے آئندہ

ل "Thus spoke Zarathustra. P. 247."

کی کوئی خبر دیتا ہے ؟

"نہیں تو۔ مَیں دُعا کرتا ہوں، اور کبھی کبھی میری حاجت پوری ہوجاتی ہے۔ خدا بتاتا تو نہیں، نہ بول کر تسلّی دیتا ہے، اور نہ کوئی آئندہ کی خبر معلوم ہوتی ہے۔ بس جب کبھی میری بات پوری ہوجاتی ہے، مَیں سمجھتا ہوں دُعا منظور ہوگئی۔"

ہوسکتا ہے، تمہاری بات حسنِ اتفاق سے پوری ہوگئی ہو۔ جب تم اپنی حاجت کسی کے پاس لے جاتے ہو، تو وہ یا تو بول کر تمہیں تسلی دیتا ہے، اور آگاہ کرتا ہے، کہ تمہاری درخواست منظور، یا پھر انکار کر دیتا ہے۔ **دعا اور خدا کا وجود محض ظن اور قیاس سے ثابت نہیں ہوسکتا۔**

حضرت مسیح موعود کی آمد ایک چیلنج ہے۔ یا مانو کہ "دعا" ایک وہم ہے، اور فضول امر یا دُعا ایک حقیقت ہے، خدا سُنتا ہے، اور جواب دیتا ہے۔ دعا میں اور اپنی ذات میں یقین پیدا کرنے کے لئے کبھی کبھی بول کر آگاہ بھی کر دیتا ہے، کہ تمہاری درخواست منظور کر لی گئی، تسلّی بھی دیتا ہے، اور آئندہ کی خبر بھی، تا تمہاری مستقبل میں رہنمائی ہو۔

کہئے! آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ دعا ایک طفل تسلّی ہے، ایک موہوم امر اور بُزدلی کی علامت، یا دُعا ایک حقیقت ہے، یہ پکار سُنی جاتی ہے، اور اس کا جواب الفاظ میں دیا جاتا ہے۔

(۳)

مذہب کے متعلق عام طور پر تین خیال پائے جاتے ہیں:-

اوّل۔ خدا انسانی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے پاک بندوں سے ہمکلام ہوا، اور انہیں آئینِ زندگی سکھلایا۔ اس آئین زندگی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جہاں

انفرادی تزکیہ ضروری ہے، وہاں اجتماعی نظام بھی لازمی ہے۔ اس لئے جہاں ان الٰہی ہدایات پر ایمان لانا ضروری ہے، وہاں اس پاک بندے کی اطاعت بھی فرض۔

دوم۔ مذہبی عقائد توہمات ہیں، اور ان کی حقیقت کچھ نہیں۔

سوم۔ "عوام" کے لئے مذہب ضروری ہے، اور اخلاقی قوانین بھی۔ "خواص" اس سے بالا ہیں۔

درحقیقت یہ آخری خیال بھی مذہب کی حقانیت سے انکار پر مبنی ہے "خواص" جو اپنے آپ کو مذہب اور اخلاقی قوانین سے بالا سمجھتے ہیں "عوام" پر اثر و اقتدار اور غلبہ و استیلا کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں، کہ وہ ان "افسانوں" میں امن و سلامتی، بلکہ "غلامی" کے لئے مگن رہیں، اور "خواص" ان پر حکومت کئے جائیں۔ تعلیم یافتہ اور سائنٹفک دماغوں کا خیال ہے، کہ مذہب انسانی ارتقا میں اب بیکار چیز ہے، اب یہ ترقی کے راستے میں حائل ہو رہا ہے، مذہبی اور مابعدالطبیعاتی زمانہ گذر گیا، اب سائنس کا دورہ ہے، مذہب کی افادیت زائل ہو چکی ہے۔

کیا آپ پہلی قسم کے خیال کے حامی ہیں، یا دوسری دو قسموں کے؟ مذہب حقیقت ہے، یا افسانہ؟

اگر حقیقت ہے؟ تو کیا یہ زندہ ہے یا مُردہ؟ اگر یہ ایک زندہ حقیقت ہے، تو اس وقت بھی، جبکہ مذہب پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں، کوئی پاک انسان موجود ہونا چاہیئے، جو انفرادی اور اجتماعی تزکیہ نفوس کرے، اور مذہب کو ایک اجتماعی طاقت بنا دے۔ اور اس پاک انسان کا خداوند تعالےٰ سے براہ راست تعلق ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر وہ الٰہی ہدایات کا مفہوم اپنی عقل اور موجودہ فلسفہ اور سائنس کی

سمجھ لیے، تو ہر قدم پر لغزش وخطا کا امکان ہے۔ اور اگر آپ الہام کو "غیر عقلی طریق" سمجھتے ہیں، اور موجودہ انسانیت کے لئے مضر، تو اس کے یہ معنے ہوئے، کہ آپ کے نزدیک مذہب قدیم زمانے کے بچوں اور احمقوں کے لئے تھا، اب ہماری "خودی بیدار" ہو گئی، اور سائنٹفک طریق اور "استقرائی عقل" معرضِ وجود میں آگئی ہے، لہذا مذہب کا دور ختم ہو گیا۔

یا تو یہ تسلیم کیجئے، کہ مذہب ایک زندہ حقیقت ہے (اور یہ ایک زندہ حقیقت ہو نہیں سکتی، جب تک کوئی شخص خدا سے الہام یافتہ اور انفرادی اور اجتماعی تزکیہ اور خدا سے تعلق کرانے کے لئے موجود نہ ہو۔ ہر زمانہ میں زندہ مذہب کے لئے زندہ علمبردار کی ضرورت ہے) یا مذہب کو توہمات کا نتیجہ سمجھیے، اور موجودہ انسانیت کے لئے مضر۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد ایک چیلنج ہے، یا تو خدا کی سنّت قدیمہ قائم ہے، اب بھی مذہب ایک زندہ حقیقت ہے، یا مذہب ایک ڈھکوسلہ تھا، جو پہلے زمانہ کے "بچوں" اور "کوتاہ اندیشوں" کے لئے گھڑا گیا۔

مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کو کیوں سچّا مانا؟

(از خان بہادر نواب چوہدری محمد الدین صاحب ریونیو منسٹر جودھپور)

بچپن میں جب مَیں اپنے گاؤں کی مسجد میں پڑھتا تھا، تو اکثر یہ چرچا رہتا تھا، کہ چودھویں صدی میں حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اُتریںگے، اور حضرت امام مہدی کا ظہور بھی ہوگا، اور مسلمانوں کی جو ابتر حالت ہو رہی ہے، ان کے آنے سے بالکل بدل جائے گی۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے، ایک سولہ سترہ برس کا لڑکا ہمارے نواحی مواضعات میں بھاگتا پھرتا تھا، وہ ہمارے گاؤں میں بھی آیا، لوگوں میں مشہور ہوگیا، کہ شاید یہی امام مہدی ہے۔ اور اس کے متعلق مختلف حکایات مشہور تھیں۔ مثلاً یہ کہ ایک ہی دن میں اس کو پنجاب کے مختلف شہروں میں دیکھا گیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ الغرض سب لوگوں کو حضرت مسیح اور امام مہدی کا انتظار تھا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد سوڈان میں مہدی کے ظہور کا اور سوڈان کی لڑائی کا چرچا بھی رہا۔

میں ۱۸۸۹ء میں سیالکوٹ ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی سکول میں پڑھتا تھا۔ اس سکول میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مدرس تھے۔ مَیں نے ایک دن جمعہ میں حضرت مولوی صاحب کا خطبہ سُنا۔ آپ نہایت فصیح البیان تھے۔ مجھ پر آپ کے خطبہ کا بہت اثر ہوا۔ اور اس کے بعد قریباً ہر روز شام کو مَیں ان کی خدمت میں جاتا رہتا تھا۔ اس وقت تک حضرت مولوی صاحب پر نیچریت کا اثر تھا۔ آپ مجھے "تہذیب الاخلاق"

کے پرچے پڑھنے کے لئے دیا کرتے تھے۔ انہی دنوں حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کی تصانیف براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ کی مقبولیت کا شُہرہ بھی سُنا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب(۱) کو حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل رضی سے بہت محبت اور عقیدت تھی۔ اس وقت آپ ریاست جموں و کشمیر میں شاہی طبیب تھے، اور اکثر سیالکوٹ بھی تشریف لاتے رہتے تھے۔ ان کی صحبت کے اثر سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو رفتہ رفتہ نیچریت سے نفرت ہوگئی، اور آپ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگئے۔

میرے مرحوم بھائی چوہدری محمد حسین صاحب اوائل زندگی میں صوم وصلوٰۃ کے پابند نہیں تھے، مذہب سے ایک حد تک ان کو نفرت تھی۔ ایک دفعہ مَیں اپنی ملازمت سے رخصت پر وطن آیا، تو مَیں نے دیکھا، کہ وہ بہت متشرع ہوگئے ہیں، خضوع و خشوع سے نماز گذارتے ہیں، اور ڈاڑھی بھی رکھی ہوئی ہے۔ مجھے معلوم ہوا، کہ ان میں یہ عظیم الشان روحانی تغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے مطالعہ اور حضور کی بیعت سے مشرف ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ ہمارے گاؤں میں ہماری برادری کے لوگ مقدّمہ بازی اور باہمی مناقشات کے لئے مشہور تھے، مَیں نے اپنے بھائی کو جب اس قدر تبدیل شدہ پایا، تو مَیں نے ان سے کہا، کہ کاش ہمارے گاؤں کے باقی لوگ بھی تمہاری پیروی کریں، اور مقدّمہ بازی اور باہمی مناقشات کے متعلق گاؤں کی جو بدنامی ہے، وہ دور ہو۔

میرے ایک چچازاد بھائی اپنے اوائل ملازمت میں رشوت لیا کرتے تھے۔ بعد میں جب وہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سے مشرف ہوئے، تو انہوں نے اپنی ایک اراضی ساڑھے چار ہزار روپیہ میں فروخت کی، اور جن لوگوں سے انہوں نے رشوت لی ہوئی تھی، دیہات

میں گشت کرکے ان کو ان کا دیا ہوا روپیہ واپس دینا شروع کیا۔ اکثر لوگ روپیہ واپس لینے سے انکار کرتے تو وہ ان کو بہت ترغیب دیکر اور سمجھا بجھا کر واپس کرتے اور انکو شرعی تہدید یاد دلاتے کہ اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ۔

ہمارے ایک اور دوست چوہدری مولابخش صاحب بھٹی مرحوم (ڈاکٹر محمد شاہ نواز صاحب کے والد) تھے، یہ ابتداءً بڑے فیشن پرست اور شاہ خرچ تھے۔ ان کو مذہب سے دُور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ لیکن احمدی ہونے کے بعد، مَیں نے دیکھا، کہ ان میں ایک نمایاں روحانی تبدیلی پیدا ہو گئی۔

Digitized by Khilafat Library

اسی طرح بے شمار روحانی مُردوں کو مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے زندہ ہوتے دیکھا۔ مَیں نے کئی ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے، جنھوں نے ایک وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تھی، اور ان کے چہروں پر اسلام کا نور معلوم ہوتا تھا، لیکن بعد میں جب وہ مرتد ہو گئے، تو ڈاڑھی مونچھ کا صفایا کرکے اپنی پرانی حالت کو عود کر گئے، اور صریحاً دہریت کے نزدیک پہونچ گئے۔

الغرض یہ میرے چشم دید حالات ہیں، جنکی وجہ سے آخرکار میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شناخت کیا۔ اور مجھے یقین ہے، کہ اصلی اسلامی تعلیم کے احیاء اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلانے کے لئے جو کام سلسلہ احمدیہ نے انجام دیا ہے، اس کی نظیر دنیا میں اس وقت کہیں نہیں مل سکتی۔

مسیح موعودؑ کی متابعت میں

میری دُنیاوی اور رُوحانی ترقی

(از خان بہادر محمد دلاور خانصاحب ڈپٹی کمشنر بنوں)

جہانتک مجھے یاد ہے، یہ ۱۹۰۸ء یا ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے، کہ پہلی مرتبہ میرے کانوں میں یہ آواز پڑی، کہ ایک شخص مرزا غلام احمد نے یہ دعویٰ کیا ہے، کہ میں مسیح موعود ہوں انہی سالوں میں مجھے ایک چھوٹی سی کتاب کے مطالعہ کا موقع ملا، جس کا نام "اسلام کی پہلی کتاب" تھا۔ اس کتاب میں چند سوال اور جواب تھے، جن سے میں متاثر ہوا۔ ۱۹۱۰ء میں میں نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ اور اسی سال میں نے اپنے والد بزرگوار کو ایک خط لکھا، جس میں ان کو میں نے مسیح موعود کی آمد کی خوشخبری دی، اور اس کتاب کا ذکر کیا۔ والد صاحب نے مجھے جواب میں لکھا، کہ بہتر ہوگا، اگر تم اپنی تعلیم کی جانب زیادہ توجہ رکھو۔

Digitized by Khilafat Library

انٹرنس کے امتحان کے بعد میں ایڈورڈ کالج پشاور میں داخل ہوا، جہاں مولوی عبدالرحیم صاحب پسر خان بہادر مولوی غلام حسن خانصاحب بھی پڑھا کرتے تھے۔ ایک رات جب ہم ڈبگری بازار سے ہوتے ہوئے ان کے ہاں جا رہے تھے، تو میں نے دبی زبان سے ان سے دریافت کیا، کہ کیا آپ کی جماعت مجھے شمولیت کی اجازت دیگی؟

انہوں نے کہا، کیوں نہیں۔ چنانچہ اسی رات مَیں نے بیعت کا خط حضرت مولوی نورالدین خلیفہ اوّل رضؓ کی خدمت میں ارسال کیا۔

ابتدائے احمدیت میں شمولیت کو مَیں نے ایک معمولی امر سمجھا۔ مَیں نے بیعت کے دوسرے دن اپنے والد بزرگوار کے نام ایک خط ارسال کیا، اور ان کو خوشخبری دی، کہ مَیں ایک پاک جماعت میں شامل ہو گیا ہوں۔ چند ہی دنوں کے اندر میرے چھوٹے بھائی آنریری لفٹنٹ شبیر افضل خان نے بھی، جو آجکل ہری پور میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہیں، بیعت کر لی۔ اس کے بعد جب میرے والد بزرگوار پشاور آئے، تو میرے بڑے بھائی محمد اجون خان صاحب نے ان کو ہم دونوں بھائیوں کے برخلاف اکسایا۔ اس پر شبیر افضل خان نے، جس کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی، بیعت سے انکار کر دیا، والد بزرگوار نے مجھ پر بھی زور دیا، کہ مَیں تائب ہو جاؤں، اور جب کالج ہاسٹل میں وہ مجھے مارنے کے لئے آگے بڑھے، تو مَیں بھاگ گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی انہوں نے مجھے تکلیف نہ دی۔

Digitized by Khilafat Library

احمدی ہونے کے وقت میری یہ حالت تھی، کہ میں نماز سے قطعی ناآشنا تھا اور نہ کسی نے مجھے قرآن پڑھایا تھا۔ ہمارے گھر میں دین کا کوئی چرچا نہ تھا۔ والد بزرگوار اسّی برس کی عمر میں ۱۹۲۷ء میں فوت ہوئے، لیکن وہ پابند صلوٰۃ نہ تھے۔ جب میں احمدیت میں داخل ہوا، تو مجھے حیرت ہوئی، کہ اس جماعت کے لوگوں کے لئے پابند صلوٰۃ ہونا لازم ہے۔ جہانتک مجھے یاد ہے، بیعت سے کچھ تین مہینے بعد، جو شاید مارچ ۱۹۱۲ء کا مہینہ تھا، ایک دن قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ سرحد، جو ان دنوں چیف کمشنر کے دفتر میں ملازم تھے، میرے پاس عصر کے وقت

آئے ۔ اور کہا ، کہ احمدی ہو کر نماز نہ پڑھنا بڑی شرم کی بات ہے۔ اس وقت مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ مَیں نے محسوس کیا ، کہ میرے قلب پر ایک خاص اثر ہوا۔ ایسا اثر جس کے ساتھ مَیں نے اپنے دل میں میٹھا درد محسوس کیا۔ اسی وقت میں نے اپنا بکس کھولا ، اور صاف کپڑے نکال کر غسل خانہ میں چلا گیا ، اور غسل کر کے عصر کی نماز قاضی محمد یوسف صاحب کے ساتھ ادا کی۔ یہ میری پہلی نماز تھی۔ الحمد للہ کہ اب تک اس پر قائم ہوں۔ اس کے بعد روز بروز دین کے ساتھ مجھے اُنس بڑھتا گیا۔

کچھ مدّت کے بعد مجھے تجربہ سے معلوم ہوا ، کہ خداوند تعالےٰ اپنے بندوں کی دعائیں سُنتا ہے ، اور ان کی خوابیں بھی سچی نکلتی ہیں۔ اسی زمانہ کا ذکر ہے ، کہ مَیں نے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ، کہ وہ مشرقی جانب سے آرہے ہیں۔ خواب میں ایسا معلوم ہوتا ہے ، کہ مَیں سات آٹھ برس کا بچّہ ہوں ، اور مسیح موعود کو آتے دیکھ کر مَیں ان کی طرف دوڑ پڑا ، اور از راہِ محبت رو پڑا۔ اس پر حضرت اقدس نے مجھے اپنے دائیں پہلو کے ساتھ لگا کر فرمایا " تم مجھ سے محبت کرتے ہو "

جنوری ۱۹۱۴ء کا ذکر ہے ، کہ میرے والد بزرگوار ہمارے ہاسٹل میں آئے۔ اُسوقت انہوں نے ایک سرکاری خدمت ، جس کی بڑی اہمیّت تھی ، سرانجام دی تھی۔ دورانِ گفتگو میں مجھے القا ہوا۔ جس کا ذکر مَیں نے فوراً والد صاحب سے کر دیا۔ کہ اس خدمت کے عوض میں اللہ تعالےٰ مجھے ای۔ اے۔ سی کا امیدوار بنائے گا۔ اس ذکر کا اثر والد صاحب پر یقیناً ہوا۔ چنانچہ جب اس دن وہ ڈپٹی کمشنر بولٹن کی ملاقات کو گئے ، تو مَیں کلاس چھوڑ کر باہر نکلا ، اور سائیکل لیکر ڈپٹی کمشنر کے بنگلہ پر گیا۔ اور وہاں والد بزرگوار کے کان میں یہ الفاظ کہے " خداوند تعالیٰ مجھے ای۔ اے۔ سی کا امیدوار بنانا چاہتا ہے "

لیکن اگر آپ کی کم ہمتی کی وجہ سے یہ بات رہ گئی، تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔" اس پر وہ اَور بھی متحیّر ہوئے۔ مختصر یہ کہ ڈپٹی کمشنر نے والد صاحب کو کہا، کہ وہ اس کے متعلق سرجان ڈانلڈ چیف کمشنر سے ذکر کرینگے۔ چنانچہ اس نے سفارش کی اجازت ڈپٹی کمشنر کو دیدی۔ بعد میں جب میرے کاغذات اس کی خدمت میں پیش ہوئے، تو اس نے داخل دفتر کر دیئے۔ اسی سال مَیں نے شادی بھی کی، اور بی۔ اے کا امتحان بھی دیا، جس میں مَیں فیل ہوگیا۔ اس کے بعد قریبًا پندرہ یوم تک مَیں نے بارہا شام کی نماز میں خلوص دل کے ساتھ سجدہ میں رب العزّت کے سامنے عرض کی، کہ اے خدا! نہ مجھے اس بات کی پرواہ ہے، کہ مَیں ای۔ اے۔ سی کا امیدوار کیوں بنا، اور نہ اس بات کا افسوس کہ مَیں بی۔ اے میں فیل کیوں ہوا، مجھے تو تیری رضا چاہیئے۔ اس کے بعد جلد ہی جنگِ عظیم شروع ہوگئی۔ اسی سال مَیں نے خواب دیکھا، کہ اللہ تعالیٰ مجھے دو لڑکے عنایت کرے گا، جو الحمدللہ اب بفضلہٖ زندہ موجود ہیں۔ اسی سال اکتوبر یا نومبر کے مہینہ میں میرے والد بزرگوار موضع رستم تشریف لے گئے۔ جہاں ان کے پہونچنے سے دو گھنٹہ پہلے سرجان ڈانلڈ بھی تشریف لائے تھے۔ میرے والد کو دیکھتے ہی انہوں نے میرے متعلق دریافت کیا، اور جب انہیں کہا گیا، کہ وہ بی۔ اے میں فیل ہوگیا ہے، تو انہوں نے کہا، کہ اُسے پھر کالج میں داخل کر دو۔ اسی رات کیپٹن اینسن اسسٹنٹ کمشنر مردان نے، جو چیف کمشنر کے ہمراہ آئے تھے، میرے والد صاحب کو بُلایا اور کہا، کہ چیف کمشنر نے شام کے کھانے پر حکم دیا ہے، کہ میں ڈپٹی کمشنر پشاور کو تار دوں کہ دلاور خاں کے ای۔ اے۔ سی کے کاغذات، جو میرے دفتر میں پڑے ہیں، فوراً چیف کمشنر کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کرے۔ چنانچہ اس کے بعد مَیں ای۔ اے۔ سی کا

امیدوار بنا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

احمدیت میں داخل ہونے کے بعد مجھ پر اسی سلسلہ کی برکت سے بے شمار دنیاوی و رُوحانی انعامات ہوئے ہیں۔ ستمبر ۱۹۲۷ء سے مجھے خداوند تعالےٰ نے تہجّد کی توفیق عطا کی، جس پر مَیں بفضلہٖ قائم ہوں۔ میری بے شمار دعائیں قبول کی گئی ہیں۔ اور مجھے بہت سے واقعات قبل از وقت رؤیا میں دکھائے گئے ہیں۔ اور یہ سب کچھ خداوند تعالےٰ کی عنایات کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ مَیں ایک کمزور انسان ہوں، اور اپنی کمزوریاں محسوس کرتا ہوں۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اس میں کوئی کبر نہیں۔ یہ سب کچھ میرے خداوند کے فضل کی وجہ سے ہے۔ مَیں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں، کہ یہ سب فیوض صرف احمدیت کی وجہ سے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

جیسا کہ مَیں نے بیان کیا، بیعت کے وقت میری یہ حالت تھی، کہ نہ مجھے قرآن مجید پڑھنا آتا تھا، اور نہ مَیں نماز جانتا تھا۔ البتہ مَیں نے بی۔ اے تک عربی کا کورس لیا ہُوا تھا۔ احمدیت میں داخل ہو کر نماز کے علاوہ مجھے قرآن مجید پڑھنے کا شوق بھی پیدا ہُوا چنانچہ مَیں نے اپنی عربی کی تعلیم کی مدد سے قرآنِ مجید پڑھنا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ مجھے مشق ہو گئی۔ پھر ترجمہ اور مطالب کی طرف بھی توجہ کی، اور اس میں بھی خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ قرآن مجید مَیں نے کسی انسان سے نہیں پڑھا، بلکہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، خود میرے محبوب ربّ نے مجھے پڑھایا، جو میرا رحمان ہے۔ مَیں اُسی مقدس انسان کا ایک ناچیز غلام ہوں، جو مُرسلین کا سردار ہے، یعنی ہمارا پیارا محمدؐ جس پر ہم درود بھیجتے ہیں، وہ جس کے بارے میں کہا گیا ہے، مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ

اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ نہ مجھے اس کتاب کا علم تھا، جو ہماری ہدایت کے لئے وہ لایا، اور نہ میں یہ جانتا تھا، کہ ایمان کیا ہے۔ اور یہ بالکل درست ہے، کہ مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد کتاب اور ایمان کا ہمیں علم ہوا، اور اس پاک انسان پر ایمان لانے کے بعد ہمیں اس نور سے حصّہ ملا، جو وہ آسمان سے لیکر آیا۔ مَیں حضورؑ کے اس شعر سے ہمیشہ رُوحانی لطف حاصل کرتا ہوں ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے　　　لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

حضرت اقدسؑ کی کتب اور قرآن شریف کے مطالعہ سے مجھے اس قدر ذوق روحانی حاصل ہوتا تھا، کہ مَیں ان کے مطالعہ پر بہت وقت صرف کرنے لگا، حتّٰی کہ اوّل دفعہ میری بی۔ اے کے امتحان میں ناکامی کا باعث یہی ہوا، کہ مَیں نے زیادہ وقت تعلیمی کورس کے بجائے ان کے مطالعہ پر صرف کیا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کی روشنی میں قرآنی آیات کے مطالب نہایت آسانی سے حل ہوتے ہیں، اور مَیں ان میں ایک خاص حظ اور لطف پاتا ہوں۔ حضرت اقدس کی کتابیں دراصل قرآنِ مجید کی تفسیر ہیں۔ ان میں روحانیت کے وہ وہ معارف بیان ہوئے ہیں، کہ انہیں پڑھکر انسان وجد میں آجاتا ہے، اور روحانی تزکیہ میں ان سے بہت مدد ملتی ہے۔

چونکہ مَیں پادریوں کے کالج اور سکول کا طالب علم رہا ہوں، اسلئے دورانِ تعلیم میں ہمیں انجیل بھی پڑھنی پڑتی تھی۔ اور مَیں حضرت اقدسؑ کی کتب پڑھتے وقت ہمیشہ یوں محسوس کرتا ہوں، کہ گویا یہ مسیح اوّل ہی کا کلام ہے۔ تجھ پر اللہ تعالےٰ کے لاکھوں سلام اور درود ہوں، اے ہمارے ہادی! ہمارے پیارے محمدؐ کے پیارے مسیح!! تو یقیناً وہی ہے جس کے متعلق تیرے اور ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کَیْفَ تَھْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَالْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اٰخِرُھَا۔ تیرے ذریعہ دنیا پھر رُوحانیت سے آشنا ہوئی، اور تیرے ہی دامن سے وابستگی میں اس امّتِ محمدیہ بلکہ ساری دُنیا کی نجات ہے۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۰ء

Digitized by Khilafat Library

حضرت مسیح موعود کے نشانات کا زندہ گواہ

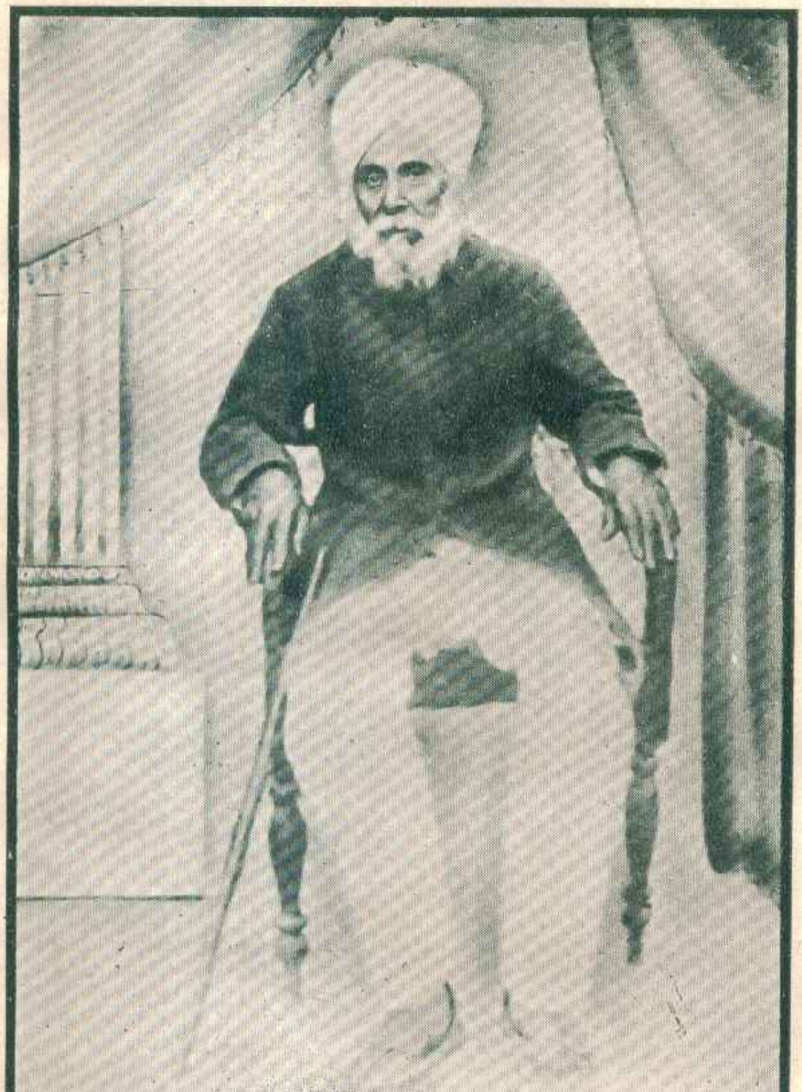

لالہ ملاوا مل صاحب، ساکن قادیان

مسیح موعودؑ کے نشانات کا ایک گواہ

(از جناب چوہدری ظہور احمد صاحب)

لالہ ملاوامل صاحب، جن کا فوٹو آپ بالمقابل صفحہ پر دیکھ رہے ہیں، قادیان کے ایک معزز کھتری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اور قادیان میں آریہ سماج کے ابتدائی بانیوں میں سے ہیں، آپ کی عمر اس وقت پچاسی برس کے قریب ہے، طبابت کا کام کرتے ہیں، اور نہ صرف اپنی قوم میں بلکہ قصبہ میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

لالہ صاحب موصوف کا ذکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں متعدد بار آیا ہے۔ اختلاف عقیدہ و مذہب کے باوجود آپ کے تعلقات حضرت اقدس سے اخلاص و محبت کے تھے، اور حضور کے ہاں ان کی آمد و رفت بہت زیادہ تھی۔ لالہ صاحب اور حضرت اقدسؑ کے تعلقات کا اس امر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ جب دوسری شادی کے موقعہ پر حضور دہلی تشریف لے گئے، تو لالہ صاحب بھی برات کے ہمراہ تھے۔

Digitized by Khilafat Library

ابتداء زمانہ میں جب قادیان کی آبادی بہت تھوڑی تھی، تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت صاحبان کو بلوا کر اکثر ان سے اپنے الہامات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ حضور نے ان دونوں کا ذکر اپنی کتابوں میں بارہا نشانات کے ضمن میں بطور گواہ کیا ہے۔ چنانچہ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۳ پر نشانات نمبر ۱۹۹، ۲۰۰،

اور ۲۰۱ کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آخر میں نے ایک رسالہ لکھا، جس کا نام ہے" قادیان کے آریہ اور ہم"۔ اس رسالہ کا خلاصہ مضمون یہ ہے، کہ قادیان کے دو آریہ جن میں سے ایک کا نام ہے شرمپت، اور دوسرے کا نام ہے ملاوامل، یہ دونوں مدت تک میرے پاس آتے رہے ہیں، اور بہت سے نشان آسمانی ہیں، جو انہوں نے بچشم خود دیکھے ہیں۔ وہ میرے ان تمام نشانوں کے گواہ ہیں، جن کے وجود سے شُبھ چنتک کے ایڈیٹر و منتظم قطعی انکاری ہو کر مجھکو مکار اور مفتری قرار دیتے ہیں۔ اگر میں ایسا ہی کاذب اور مکار ہوں، تو یہ دونوں قسم کھا جائیں، کہ ہم نے یہ نشان نہیں دیکھے، سو آجتک انہوں نے قسم نہیں کھائی"۔

ایک بہت بڑا نشان جس کے لالہ صاحب زندہ گواہ ہیں۔ اور جوان کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس کا ذکر حضرت اقدس نے براہین احمدیہ، تریاق القلوب اور نزول المسیح میں فرمایا ہے، حضور اپنی کتاب تریاق القلوب کے صـ۳۲ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک ہندو آریہ ساکن قادیان ملاوامل نام تپ دق میں مبتلا ہوگیا، اور ایک دن اپنی زندگی سے نومید ہو کر میرے پاس آکر بہت رویا، میں نے اس کے حق میں دعا کی، تب الہام ہوا قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا۔ یعنے ہم نے کہا، کہ اے تپ کی آگ ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی ہوجا۔ یہ الہام اس کو اور کئی آدمیوں کو سُنایا گیا اور بیان کیا گیا، کہ وہ اس مرض سے شفا پائے گا۔ چنانچہ اس الہام کے بعد ایک ہفتہ کے اندر ہی وہ ہندو شفا پا گیا۔ . . . . . یہ پیشگوئی بھی عرصہ بیس برس سے ہماری کتاب براہین احمدیہ میں مندرج ہو کر لاکھوں انسانوں میں شہرت پا چکی ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ براہین احمدیہ"

ـلـہ نیز ملاحظہ ہو نزول المسیح صفحہ ۱۶۰ پیشگوئی نمبر ۳۹۔

دوسرے نشانات جن کے لالہ ملاوامل صاحب گواہ ہیں ذیل میں درج ہیں، حضور اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library

"ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خاں کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے، بدستور لالہ شرمپت و ملاوامل کھتریان ساکنانِ قادیان کو کہا گیا۔ اور قرار پایا، کہ انہی میں سے کوئی ڈاک کے وقت ڈاکخانہ میں جاوے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آریہ ملاوامل نامی ڈاک خانہ میں گیا، اور خبر لایا کہ ہوتی مردان سے دس روپے آئے ہیں، اور خط میں لکھا تھا، کہ یہ روپیہ ارباب سرور خاں نے بھیجا ہے اگرچہ یہ پیشگوئی اس طرح پر صاف طور پر پوری ہوگئی، لیکن مذکور الصدر آریوں نے انکار کرکے یہ بحث شروع کی، کہ قرابتی ہونا ثابت نہیں، چنانچہ خط لکھنے پر کئی روز بعد ہوتی مردان سے ایک صاحب منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ نے لکھا کہ ارباب سرور خان ارباب محمد لشکر خاں کا بیٹا ہے۔ اس پر بحث کرنے والے بہت شرمندہ اور لاجواب ہوئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج کیا گیا۔ دیکھو صفحہ ۴۷۰۔ مذکورین آریوں سے حلفاً دریافت کیا جائے۔" (تریاق القلوب ص۵۸)

"میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم کی وفات کا جب وقت قریب آیا، اور صرف چند پہر باقی رہ گئے، تو خدا تعالےٰ نے ان کی وفات سے مجھے ان الفاظ عزائی کے ساتھ خبر دی۔ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ۔ یعنی قسم ہے آسمان کی، اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد ظہور میں آئیگا۔ اور چونکہ ان کی زندگی سے بہت سے وجوہِ معاش ہمارے وابستہ تھے اس لئے بشریت کے تقاضا سے یہ خیال دل میں گذرا کہ ان کی وفات ہمارے لئے بہت سے مصائب کا موجب ہوگی، کیونکہ وہ رقم کثیر آمدنی

کی ضبط ہو جائیگی جوان کی زندگی سے وابستہ تھی۔ اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا، اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ یعنی کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے۔ تب وہ خیال یوں اُڑ گیا جیسا کہ روشنی کے نکلنے سے تاریکی اُڑ جاتی ہے۔ اور اسی دن غروب آفتاب کے بعد میرے والد صاحب فوت ہو گئے۔ جیسا کہ الہام نے ظاہر کیا تھا۔ اور جو الہام الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ ہوا تھا، وہ بہت سے لوگوں کو قبل از وقت سُنایا گیا، جن میں سے لالہ شرمپت مذکور اور لالہ ملاوامل مذکور کھتریان ساکنان قادیان ہیں۔ اور جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ اور پھر مرزا صاحب مرحوم کی وفات کے بعد وہ عبارتِ الہام ایک نگین پر کھدوائی گئی۔ اور اتفاقاً اسی ملاوامل کو جب وہ کسی اپنے کام کے لئے امرتسر جاتا تھا، وہ عبارت دی گئی، تاکہ وہ نگین کھدوا کر اور مہر بنوا کرے آئے۔ چنانچہ وہ حکیم محمد شریف صاحب مرحوم امرتسری کی معرفت بنوا کرے آیا، جو اب تک میرے پاس موجود ہے، جو اس جگہ لگائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ (الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ)۔ (تریاق القلوب صہ ۳۳) [1]

"ایک دوست نے بڑی مشکل کے وقت خط لکھا، کہ اس کا ایک عزیز کسی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہے، اور کوئی صورت رہائی کی نظر نہیں آتی۔ اور دُعا کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ رات صافی وقت میسّر آگیا۔ اور قبولیت کے آثار سے ایک آریہ کو اطلاع دی گئی، چند روز بعد خبر ملی کہ مدعی جس نے یہ مقدمہ دائر کیا تھا، ناگہانی موت سے مر گیا، اور شخص ماخوذ نے خلاصی پائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ اس کے گواہ بھی کئی مسلمان اور وہی مذکور الصدر آریہ ہیں (لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل) جو حلفاً بیان کر سکتے

[1] نیز ملاحظہ ہو نزول المسیح صفحہ ۱۱۴ - ۱۱۷ و صفحہ ۲۰۷ -

ہیں مگر حلف مطابق نمونہ نمبر ۲ کے ہوگی اور یہ نشان آج سے بیس۲۰ برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۸۷" (تریاق القلوب صفحہ ۵۹)

"ایسا اتفاق دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ گذرا ہے کہ خدا تعالےٰ نے میری حاجت کے وقت مجھے اپنے الہام یا کشف سے یہ خبر دی، کہ عنقریب کچھ روپیہ آنے والا ہے۔ اور بعض وقت آنیوالے روپیہ کی تعداد سے بھی خبر دیدی۔ اور بعض وقت یہ خبر دی کہ اس قدر روپیہ فلاں تاریخ میں اور فلاں شخص کے بھیجنے سے آنیوالا ہے۔ اور ایسا ہی ظہور میں آیا، اور اس بات کے گواہ بھی بعض قادیان کے ہندو اور کئی مسلمان ہونگے جو حلفاً بیان کرسکتے ہیں۔ اور اس قسم کے نشان دو ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے، کہ کیونکر خدا تعالےٰ حاجات کے وقت میں میرا متولی اور متکفّل ہوتا رہا ہے۔ اور اکثر عادتِ الٰہی مجھ سے یہی ہے، کہ وہ پیش از وقت مجھے تبلا دیتا ہے*، کہ کل تو یہ کھائیگا، اور یہ پیئے گا۔ اور یہ تجھے دیا جائیگا۔ اور ویسا ہی ظہور میں آجاتا ہے، کہ جو مجھے تبلاتا ہے۔ اور ان باتوں کی تصدیق چند ہفتے میرے پاس رہنے سے ہر ایک شخص کرسکتا ہے۔ ایسے نشان . . . . . لالہ شرمپت اور ملاوامل نے بہت دیکھے ہیں" (تریاق القلوب صفحہ ۳۴)

"عرصہ تخمیناً اٹھارہ برس کا ہوا، کہ مَیں نے خدا تعالےٰ سے الہام پاکر چند آدمیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے اس بات کی خبر دی، کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ اِنَّا نُبَشِّرُ بِغُلَامٍ حَسِیْنٍ۔ ہم تجھے ایک حسین لڑکے کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ مَیں نے یہ الہام ایک شخص حافظ نور احمد امرتسری کو سُنایا جو ابتک زندہ ہے، اور بباعث میرے دعویٰ مسیحیّت کے مخالفوں میں سے ہے، اور نیز یہ الہام شیخ

* کہ وہ دنیا کے انعامات میں کس قسم کا انعام مجھ پر کرنا چاہتا ہے اور اکثر وہ مجھے تبلا دیتا ہے۔

حامد علی کو جو میرے پاس رہتا تھا سنایا، اور دو ہندوؤں کو جو آمدورفت رکھتے تھے۔ یعنی شرمپت اور ملاوامل ساکنان قادیان کو بھی سنایا۔ اور لوگوں نے اس الہام سے تعجب کیا، کیونکہ میری پہلی بیوی کو عرصہ بیس سال سے اولاد ہونی موقوف ہوچکی تھی اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی۔ لیکن حافظ نور احمد نے کہا، کہ خدا کی قدرت سے کیا تعجب کہ وہ لڑکا دے۔ اس سے قریباً تین برس کے بعد جیسا کہ ابھی لکھتا ہوں، دہلی میں میری شادی ہوئی اور خدا نے وہ لڑکا بھی دیا اور تین اور عطا کئے۔ اس بیان کی تمام یہ لوگ تصدیق کرینگے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۳۴)

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "جب اس الہام پر جو ابھی میں نے نمبر ۲۷ میں ذکر کیا ہے، کچھ دیر گذر گئی۔ اور براہین احمدیہ کے طبع کرانے کا شوق حد سے بڑھا، اور کسی کی طرف سے مالی امداد نہ ہوئی، تو میرے دل پر صدمہ پہونچنا شروع ہوا۔ تب میں نے اسی اضطرار کی حالت میں دعا کی۔ اس پر خداوند قدیر اور کریم کی طرف سے یہ الہام ہوا هُزِّ اِلَيْكَ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكَ رُطَبًا جَنِيًّا۔ یعنی کھجور کا پیڑ یا اس کی شاخوں میں سے کوئی شاخ ہلا، تب تر و تازہ کھجوریں تیرے پر گرینگی۔ مجھے بخوبی یاد ہے، کہ اس الہام کی خبر میں نے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بھی دی تھی اور اس ضلع کے ایک اکسٹرا اسسٹنٹ کو بھی، جس کا نام حافظ ہدایت علی تھا، اور کئی لوگوں کو بھی اطلاع دی، اور قادیان کے وہ دونوں ہندو یعنی شرمپت اور ملاوامل جن کا ذکر کئی مرتبہ اس رسالہ میں آیا ہے، ان کو بھی میں نے اس الہام سے اطلاع دیدی۔ غرض قبل اس کے کہ الہام کے پورا ہونے کے آثار ظاہر ہوں، خوب اس کو مشتہر کیا۔ اور پھر اس الہام کے بعد دوبارہ بذریعہ اشتہار لوگوں میں تحریک کی۔ مگر ابھی

دفعہ کسی انسان پر نظر نہ تھی، اور پوری نومیدی ہو چکی تھی، اور صرف الہام الٰہی کی تعمیل مدّ نظر تھی، سو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ اشتہارات کے شائع ہونے ہی بارش کی طرح روپیہ برسنے لگا، اور کتاب چھپنی شروع ہو گئی۔ یہانتک کہ چار حصے کتاب براہین احمدیہ کے چھپکر شائع ہو گئے، اور لاکھوں انسانوں میں اس کتاب کی شہرت ہو گئی۔ اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے گواہ بھی وہی اشخاص ہیں، جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، اور یہ پیشگوئی آج سے تخمیناً بیس برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں مندرج ہو چکی ہے۔ دیکھو میری کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۶"

Digitized by Khilafat Library

(تریاق القلوب صفحہ ۴۶)

"تخمیناً سولہ برس کا عرصہ گذرا ہے، کہ مَیں نے شیخ حامد علی اور لالہ شرمپت کھتری ساکن قادیان اور لالہ ملاوامل کھتری ساکن قادیان اور جان محمد مرحوم ساکن قادیان اور بہت سے اور لوگوں کو یہ خبر دی تھی، کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے، کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا، اور وہ قوم کے سیّد ہونگے، اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا، اور اس سے اولاد ہوگی۔ اور یہ خواب ان ایام میں آئی تھی، کہ جب مَیں بعض اعراض اور امراض کی وجہ سے بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا۔ بلکہ قریب ہی وہ زمانہ گذر چکا تھا جبکہ مجھے دق کی بیماری ہو گئی تھی۔ اور بباعث گوشہ گزینی اور ترک دُنیا کے اہتمامات تاہل سے دل سخت کارہ تھا۔ اور عیالداری کے بوجھ سے طبیعت متنفّر تھی، تو اس حالت پُر ملامت کے تصوّر کے وقت یہ الہام ہوا تھا، "ہرچہ باید نوعروسے را ہمہ ساماں کنم"۔ یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ ان تمام ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمہ رہیگا۔ سو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری

جان ہے۔ کہ اس نے اپنے وعدہ کے موافق اس شادی کے بعد ہر ایک بارِ شادی سے مجھے سبکدوش رکھا، اور مجھے بہت آرام پہونچایا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۳۴ و ۳۵)

"ایک دفعہ مجھے یہ الہام ہوا۔ عبداللہ خاں ڈیرہ اسمٰعیل خاں"۔ چنانچہ چند ہندو جو اتفاقاً اس وقت میرے پاس موجود تھے۔ جن میں ایک لالہ شرمپت کھتری اور ایک لالہ ملاوامل کھتری بھی ہے، ان کو یہ الہام سُنا دیا گیا۔ اور بعض مسلمانوں کو بھی سُنا دیا گیا۔ اور صاف طور پر کہدیا گیا، کہ اس الہام سے یہ مطلب ہے، کہ آج عبداللہ خاں نام ایک شخص کا ہمارے نام کچھ روپیہ آئیگا اور خط بھی آئے گا۔ چنانچہ ان میں سے ایک ہندو بشنداس نام اس بات کے لئے مستعد ہوا، کہ مَیں اس الہام کو بذاتِ خود آزماؤں۔ اور اتفاقاً ان دنوں میں سب پوسٹ ماسٹر قادیان کا بھی ہندو تھا۔ سو وُہ ہندو ڈاکخانہ میں گیا۔ اور آپ ہی سب پوسٹ ماسٹر سے دریافت کر کے یہ خبر لایا، کہ عبداللہ خاں نام ایک شخص کا اس ڈاک میں خط آیا ہے، اور کچھ روپیہ آیا ہے۔ جب یہ ماجرا گذرا تو اس وقت ان تمام ہندوؤں کو یہ ماننا پڑا، کہ یہ الہام واقعی سچا ہے، اور وہ ہندو جو ڈاک خانہ میں گیا تھا، نہایت تعجب اور حیرت میں پڑا، کہ یہ غیب کی بات کیونکر معلوم کی گئی۔ تب مَیں نے اُسکو کہا، کہ ایک خدا ہے، قادر توانا، جو غیب کا جاننے والا ہے، جس سے ہندو بے خبر ہیں۔ یہ اس نے مجھے بتلایا۔ اور یہ الہام آج سے بیس برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں درج ہو چکا اور لاکھوں انسان اس سے اطلاع پا چکے ہیں۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷۔" (تریاق القلوب صفحہ ۴۴)

"ایک دفعہ سخت ضرورت روپیہ کی پیش آئی جس کا ہمارے اس جگہ کے آریہ لالہ شرمپت و ملاوامل کو بخوبی علم تھا۔ اور ان کو یہ بھی علم تھا، کہ بظاہر کوئی ایسی تقریب

نہیں جو جائے امید ہو سکے۔ بلا اختیار دعا کے لئے جوش پیدا ہوا۔ تا مشکل بھی حل
ہو جائے، اور ان لوگوں کے لئے نشان بھی ہو۔ چنانچہ دعا کی گئی، کہ اللہ تعالےٰ نشان
کے طور پر مالی مدد سے اطلاع بخشے۔ تب الہام ہوا۔ "دس دن کے بعد میں موج دکھاتا
ہوں۔ الا ان نصر اللہ قریب فی شائل مقیاس۔ دن وِل یُو گو ٹُو امرتسر۔ یعنی
دس دن کے بعد روپیہ آئے گا۔ خدا کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کے لئے
اُونٹنی دُم اٹھاتی ہے۔ تب اس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے۔ ایسا ہی مدد الٰہی بھی
قریب ہے۔ دس دن کے بعد روپیہ آئیگا۔ تب تم امرتسر بھی جاؤ گے۔ سو عین اس پیشگوئی
کے مطابق مذکورہ بالا آریوں کے روبرو وقوع میں آیا۔ یعنی دس دن تک کچھ نہ آیا،
گیارھویں روز محمد افضل خانصاحب نے راولپنڈی سے ایک سو دس روپے بھیجے۔
بیس روپے ایک اور جگہ سے آئے اور پھر برابر روپیہ آنے کا سلسلہ ایسا جاری رہا،
جس کی امید نہ تھی۔ اور جس دن محمد افضل خانصاحب وغیرہ کا روپیہ آیا امرتسر بھی جانا
پڑا۔ کیونکہ عدالت خفیفہ امرتسر سے ایک شہادت کے ادا کرنے کے لئے اسی روز سمن
آگیا اور اس نشان کے، آریہ مذکورین گواہ ہیں جو ابتک زندہ موجود ہیں، اور یہ پیشگوئی
براہین احمدیہ میں چھپکر شائع ہو چکی ہے، دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰[1]

(تریاق القلوب صفحہ ۵۷)

Digitized by Khilafat Library

(۲) ایک دفعہ اپریل ۱۸۸۳ء میں صبح کے وقت بیداری میں جہلم سے روپیہ روانہ
ہونے کی اطلاع دی گئی۔ اس بارہ میں جہلم سے کوئی خط نہیں آیا تھا۔ اور مذکور الصدر
آریوں (یعنی لالہ ملاوامل و لالہ شرمپت) کو جو خود ہی ڈاک خانہ سے جا کر خط لاتے تھے

---

[1] نیز ملاحظہ ہو نزول المسیح صفحہ ۱۳۴۔

اس کا علم بھی تھا۔ بلکہ خود ڈاک خانہ کا منشی بھی ایک ہندو تھا، اور ان دنوں میں ایک ہندو الہامی پیشگوئی کے لکھنے کے لئے بطور روزنامہ نویس نوکر رکھا ہوا تھا۔ اور بعض امور غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے، اس کے ہاتھ سے ناگری اور فارسی میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے، اور اس پر اس کے دستخط بھی کرائے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی بھی بدستور لکھائی گئی۔ ابھی پانچ روز نہیں گذرے تھے کہ پنتالیس روپیہ کا منی آرڈر جہلم سے آگیا۔ حساب کیا گیا تو منی آرڈر کے روانہ ہونے کا ٹھیک وہی دن تھا جس دن خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر ملی تھی۔ اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہو کر ہزارہا انسانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۵۔ اس نشان کے گواہ وہی آریہ ہیں۔" (تریاق القلوب صفحہ ۵۸، ۵۹)

"ایک دفعہ خواب میں دیکھا، کہ حیدر آباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے، اور اس میں کسی قدر روپیہ دینے کا وعدہ ہے۔ خواب بدستور لکھایا گیا۔ اور مذکور الصدر آریوں کو اطلاع دی گئی، پھر تھوڑے دن بعد حیدر آباد سے خط آیا، اور سو روپیہ نواب موصوف نے بھیجا، فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ اس نشان کے گواہ وہی آریہ ہیں۔ اور حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ . . . . اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہو چکا ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۲"

(تریاق القلوب صفحہ ۵۹) Digitized by Khilafat Library

"ایک مرتبہ میں ایسا سخت بیمار ہوا کہ میرا آخری وقت سمجھ کر مجھ کو مسنون طریقہ سے تین دفعہ سورۂ یٰسین سنائی گئی، اور میری زندگی سے سب مایوس ہو چکے تھے۔ اور بعض عزیز دیواروں کے پیچھے روتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے الہاماً مجھے یہ دعا

سکھلائی، سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد وعلیٰ آل محمد اور القاء ہوا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال اور یہ کلمات طیبہ پڑھ، اور اپنے سینے اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور مونہہ پر اس کو پھیر کہ تو اس سے شفا پائے گا۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ ابھی پیالہ ختم نہ ہونے پایا تھا، کہ مجھے بکلّی صحت ہوگئی۔ پھر یہ الہام ہوا۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِشِفَاءٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو، جو ہم نے شفا دیکر دکھایا ہے تو تم اس کی نظیر پیش کرو۔"[1]

(نزول المسیح صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸) Digitized by Khilafat Library

"قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیشگوئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الصِّهْرَ وَالنَّسَبَ۔ ترجمہ۔ وہ خدا سچّا خدا ہے۔ جس نے تمہاری دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سیّد تھے کیا۔ اور خود تمہاری نسب کو شریف بنایا۔ جو فارسی خاندان اور سادات سے معجونِ مرکب ہے۔ اس پیشگوئی کو دوسرے الہامات میں اور بھی تصریح سے بیان کیا گیا ہے، یہانتک کہ اس شہر کا نام بھی لیا گیا تھا، جو دہلی ہے۔ اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سنائی گئی تھی۔ . . . شرمپت اور ملاوامل کھتریان ساکنان قادیان کو قبل از وقت یہ پیشگوئی بتلائی گئی تھی۔ اور جیسا کہ لکھا تھا، ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ بغیر سابق تعلقات قرابت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندانِ سیادت میں میری شادی ہوگئی۔" (تریاق القلوب صفحہ ۶۴، ۶۵)

---

[1] اس نشان کے گواہ شیخ حامد علی اور لالہ شرمپت اور ملاوامل کھتری اور دیگر بہت سے لوگ ہیں۔ جن کو پہلے سے اس وحی کی خبر دی گئی تھی۔

"منجملہ خدا تعالےٰ کے نشانوں کے ایک یہ نشان ہے، کہ وہ مقدمہ جو منشی محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کی رپورٹ کی بناء پر دائر ہو کر عدالت مسٹر ڈوئی صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپور میں میرے پر چلایا گیا تھا۔ جو فروری ۱۸۹۹ء کو اس طرح پر فیصلہ ہوا، کہ اس الزام سے مجھے بری کر دیا گیا۔ اس مقدمہ کے انجام سے خدا تعالےٰ نے پیش از وقت مجھے بذریعہ الہام خبر دیدی، کہ وہ مجھے آخر کار دشمنوں کے بد ارادے سے سلامت اور محفوظ رکھے گا۔ اور مخالفوں کی کوششیں ضائع ہو جائیں گی۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔ جن لوگوں کو اس مقدمہ کی خبر تھی۔ ان پر پوشیدہ نہیں، کہ مخالفوں نے میرے پر الزام قائم کرنیکے لئے کچھ کم کوشش نہیں کی تھی۔ بلکہ مخالف گروہ نے ناخنوں تک زور لگایا تھا۔ اور افسر مذکور نے میرے مخالف عدالت میں بڑے زور سے شہادت دی تھی۔ لیکن جیسا کہ ابھی مَیں نے بیان کیا ہے قبل اس کے جو یہ مقدمہ دائر ہو۔ مجھے خدا تعالےٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی تھی۔ کہ تم پر ایسا مقدمہ عنقریب ہونے والا ہے۔ اور اس اطلاع پانے کے بعد مَیں نے دعا کی اور وہ دعا منظور ہو کر آخر میری بریّت ہوئی۔ اور قبل انفصال مقدمہ کے یہ الہام بھی ہوا، کہ تیری عزّت اور جان سلامت رہے گی اور دشمنوں کے حملے جو اس بدغرض کے لئے ہیں۔ ان سے تجھے بچایا جائیگا۔۔۔۔اس الہام سے مَیں نے اس جگہ کے سرگرم اور متعصّب آریہ لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کو بھی قبل از وقت خبر کر دی تھی۔" (تریاق القلوب صفحہ ۹۰، حاشیہ)

Digitized by Khilafat Library

نئی مطبوعات پر تبصرہ

مکرم محترم قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے ہیں، اور بدو شباب سے سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ و اشاعت میں قابلِ قدر حصہ بذریعہ لٹریچر بالخصوص لیتے رہے ہیں۔ حال ہی میں انکی طرف سے شائع شدہ مندرجہ ذیل صحائف ہماری نظر سے گذرے ہیں۔

تفسیر بیان القرآن اور مذہب حضرت احمدؑ آخر زمان | یہ رسالہ تبلیغ احمدیت کے سلسلہ میں نمبر ۱۷ ہے۔ ۲۷ صفحے حجم ۲۰×۲۶/۸ تقطیع۔ اسمیں حضرت مسیح موعود علیہ صلوات اللہ الودود کی تحریرات کے اقتباسات اور بالمقابل بیان القرآن سے مولوی محمد علی صاحب کے بیانات دیکر دکھایا گیا ہے، کہ وہ تفسیر جس کا بار بار ذکر بقصد افتخار کیا جاتا ہے، وہ حضور علیہ السلام کے مذہب و مسلک کے کس قدر خلاف تیار کی گئی ہے۔ یہ رسالہ نہایت مفید ہے، اور ۲۷ و ۲۸ مسائل مسلمہ میں اختلاف دکھایا گیا ہے، جن پر سلسلہ احمدیہ کا دارومدار ہے۔

امتیاز | اس رسالہ میں احمدیت اور غیر احمدیت میں امتیاز بتایا گیا ہے، اور ثابت کیا گیا ہے، کہ جماعت احمدیہ وہ موعود جماعت ہے، جس کا ذکر قرآن کریم و احادیث نبی کریم ﷺ میں موجود ہے۔ نماز کی امامت، جنازہ غیر احمدیان، غیر احمدی کو لڑکی دینا وغیرہ مسائل میں حضرت مسیح موعودؑ کے صریح احکام جمع کر دیئے گئے ہیں، اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا اس پر عمل دکھایا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

چار ٹریکٹ | ہر ٹریکٹ چار چار صفحے کا، مگر بلحاظ دلائل و نفس مضمون کئی سو صفحات کی مختلف

کتب و حوالجات کا خلاصہ۔ ان میں بھی مختلف پہلوؤں سے غیر مبائع حضرات کے عقائد کی قلعی کھول گئی ہے، اور انکے بعض مایۂ ناز اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے گئے ہیں۔ یہ صحائف انجمن احمدیہ صوبہ سرحد مرکز مسجد احمدیہ پشاور شہر کے پتے سے مل سکتے ہیں قیمت درج نہیں ہے

احمدی نوجوان | یہ ایک ولولہ انگیز قابلِ صد داد نظم ہے، جو ہمارے محترم دوست چوہدری عبدالرشید صاحب تبسم بی۔اے نے حوالہ قلم جواہر رقم کی ہے، اور حق یہ ہے، کہ خوب لکھی ہے ؎ "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ" میں نے چاہا تھا، کہ بطور نمونہ چند اشعار درج کردوں، مگر انتخاب کے وقت "کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجا است" کا منظر پیش نظر ہوگیا، اسلئے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں، کہ منگوایئے اور پڑھکر مشام جان و دستنبوئے بزمِ دوستاں بنایئے۔ فوٹو بھی ہے۔ قیمت چار آنے۔ ملنے کا پتہ:۔ بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان۔

مولوی محمد علی صاحب کا جنگ موعود نبی سے | اس رسالہ میں، جو ہمارے دوست ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم نے شائع کیا ہے، یہ دکھایا گیا ہے، کہ مولوی محمد علی صاحب کئی ایک مسائل مبینہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے خلاف جا رہے ہیں۔ خلافت و نبوت کے علاوہ بعض متفرق مسائل کے متعلق بھی کافی مصالحہ جمع ہے۔ ۵۶ صفحے حجم ہے۔ قیمت درج نہیں ہے۔ ملنے کا پتہ:۔ منشی غلام جیلانی صاحب احمدی کاتب ریلوے روڈ جالندھر شہر

کتابیں چھپوانیکا انتظام:۔ اگر آپ کوئی کتاب یا ٹریکٹ چھپوانا چاہتے ہیں، تو مسودہ صاف لکھا ہوا ہمیں ارسال فرمائیں۔ ہم کتابت، طباعت اور کاغذ کا بہترین انتظام کرینگے۔ آپکو سائز وغیرہ کے متعلق بھی مفید مشورہ دینگے۔ کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح کا بندوبست بھی کرینگے۔ غرض آپکو پوری طرح سے چھپائی کے فکر سے فارغ کردینگے۔ اور یہ سب کچھ معمولی اجرت پر۔ کتابت، طباعت اور کاغذ ...کی اصل قیمت آپ سے وصول کیجائیگی۔ نیز ہر قسم کی کتابوں کیلئے بھی ہمیں لکھیں: مینیجر مکتبۂ احمدیہ قادیان:

تریاقِ چشم رجسٹرڈ (اصلی ممیرا والا)

سرکاری اعلیٰ افسران سے بڑھکر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے،

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

سندات متعلقہ تریاق چشم غلط ثابت کرنیوالے کو مبلغ ایکہزار روپیہ انعام۔ ہندوستان کے بہت بڑے ماہر امراضِ چشم لندن کے سند یافتہ سرکاری اعلیٰ افسر یعنی لفٹنٹ کرنل ایس۔ ایم فاروقی صاحب ایم۔ ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس۔ آئی سپیشلسٹ چھاؤنی کلکتہ۔

نقل ترجمہ انگریزی:۔ "مَیں تصدیق کرتا ہوں کہ مرزا حاکم بیگ ساکن گجرات پنجاب کا تیار کردہ تریاق چشم میں نے اپنے چند بیماروں پر آزمایا، اور اسے آنکھوں کے زخم، پانی بہنا۔ اور ککروں کیلئے بہت مفید اور مؤثر پایا۔ اسکے اجزاء امراضِ چشم کیلئے بہت مشہور ہیں۔ ان اجزاء کی مقدار ہر طرح صحیح اور درست نسبت سے ملائی گئی ہے۔ موجد تریاقِ چشم کے تیار کرنیکا طریق زمانہ حال کے مروجہ طریق کے مطابق صاف اور ستھرا ہے۔"

جناب ڈاکٹر پنڈت اودھو رام صاحب کیمیکل ایگزیمنر گورنمنٹ پنجاب لاہور وصوبہ سرحد (پنشنر) نقل ترجمہ انگریزی:۔ "تریاق چشم جسکو مرزا حاکم بیگ صاحب سکنہ گجرات نے ایجاد کیا ہے، بہت مفید ہے۔ امراضِ چشم مثلاً روہے۔ پانی بہنا، پلکوں کا گرجانا۔ یا آنکھوں کا دکھنا وغیرہ کیلئے میں نے اپنے بچوں پر استعمال کیا۔ اور اسکو بہت کامیاب پایا۔ یہ موجودہ طریق کے مطابق نہایت صاف ستھرا اور نفیس طور پر تیار کیا جاتا ہے۔ اس سرمہ میں ایک اور خوبی کا یہ اضافہ ہے، کہ بجائے سیاہ رنگ کے خاکی رنگ کا پوڈر ہے۔ میں مرزا صاحب کو امراضِ چشم کیلئے ایک ایسا عمدہ علاج تیار کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ پی۔ سی۔ ایم۔ ایس بھاٹی دروازہ لاہور جو آجکل سینیئر اسسٹنٹ کیمیکل ایگزیمنیر گورنمنٹ پنجاب بھی ہیں لکھتے ہیں:۔ "ہم نے (تریاق چشم کو) اپنے مریضانِ چشم پر بطور آزمائش استعمال کیا اور اسکو امراضِ چشم یعنی دھند غبار۔ خارش۔ سُرخی۔ پلکوں کا گر جانا اور خصوصاً ککروں کیلئے نہایت مفید پایا۔ ذاتی طور پر ہم نے اپنی آنکھوں میں استعمال کیا۔ جس سے ہمکو بہت ہی فائدہ ہؤا۔ آنکھیں جو کثرت کام کیوجہ سے بھاری رہتی تھیں۔ اسکے استعمال سے بالکل ہلکی اور صاف ہو جاتی ہیں۔ شیر خوار بچوں کی آنکھوں کیلئے بھی مفید اور بالکل بے ضرر ہے"۔

جناب خان بہادر میاں محمد شریف صاحب سول سرجن صاحب بہادر کیمل پور۔ نقل ترجمہ انگریزی: "میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے تریاق چشم جسے مرزا حاکم بیگ صاحب نے تیار کیا ہے۔ گجرات اور جالندھر میں اپنی ماتحتوں یعنی ڈاکٹروں اور دوستوں میں بھی تقسیم کیا۔ اور میں نے سفوف مذکور کو آنکھوں کی بیماریوں بالخصوص ککروں میں نہایت مفید پایا۔ جیسا کہ دیگر سرٹیفکیٹوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے"۔

جناب ڈاکٹر دھنپت رائے صاحب ورما۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ ایل۔ ایم (ڈبلن) ایف۔ آر۔ آئی۔ پی۔ ایچ (لندن)، پی۔ سی۔ ایم۔ ایس سول سرجن صاحب بہادر گوڑ گاؤں۔ "آپ کا تریاق چشم اپنے ایک عزیز پہ استعمال کر رہا ہوں اس سے کافی تسلی بخش فائدہ ہو رہا ہے براہ مہربانی آدھ تولہ سرمہ بذریعہ وی۔ پی پارسل ارسال کریں"۔

نوٹ ۱:۔ ان کے علاوہ اسسٹنٹ سرجن صاحبان و سب اسسٹنٹ سرجن صاحبان نیز کالج کے پروفیسران و انسپکٹر صاحبان محکمہ تعلیم۔ وکلاء و جج صاحبان اور ملکی اخبارات نے بعد آزمائش زبردست ریویو کئے ہیں۔

۲:۔ قیمت پانچ روپیہ فی تولہ۔ محصول ڈاک موازی ۸/ بذمہ خریدار ہوگا۔ المشتہر:۔

مرزا حاکم بیگ احمدی موجد تریاق چشم گڑھی شاہدولہ۔ گجرات پنجاب۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لالہ ملاوامل صاحب حکیم قادیان کو اکثر احباب جانتے ہیں انکا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قدیمانہ تعلق رہا ہے انہوں نے بعض ادویہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے نسخوں کے مطابق تیار کی ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے ان ادویہ کے متعلق سفارش کی خواہش کی ہے سو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے منشاء کے مطابق یہ سفارش الفضل میں شائع کیجاتی ہے کہ حاجتمند احباب لالہ ملاوامل صاحب قادیان سے انکی تیار کردہ ادویہ خرید کر فائدہ اٹھائیں۔ والسلام (خاکسار پرائیویٹ سیکرٹری)

معجون مبارک:۔ جو دماغ اور بصارت کیلئے از حد مفید ہے اور حضرت مرزا صاحب ہمیشہ استعمال فرمایا کرتے تھے ۸/ فی سیر

معجون دلشاد:۔ باہمہ صفت موصوف یعنی جلیبی نیت ولیسی مراد۔ نئی طاقت۔ اعصابی کمزوری، دل و دماغ، معدہ جگر کو بہت مفید ہے، چستی، پھرتی، خوشی فوراً حاصل ہوتی ہے نیز اختناق الرحم کا عمدہ علاج ہے۔ ہر انسان حسب منشا فائدہ اٹھائیگا پندرہ خوراک وزنی ۱۱ تولہ قیمت تین روپے۔

سفوف نشاط:۔ یہ دوائی مفرح ہونیکے علاوہ مقوی اعضاء رئیسہ ہے اور جن لوگوں کو جائز طور پر مشک دوائی کی ضرورت ہو انکے لئے بہت مفید ہے قیمت پندرہ خوراک اڑھائی روپیہ۔

اکسیر بواسیر:۔ یہ نسخہ بواسیر ایک سنیاسی مہاتما کا فرمودہ ہے لیکن ساتھ ہی اسکے شاہی طبیب حکیم جناب مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اس نسخہ کو بہت پسند فرمایا تھا فی الواقعہ ہر قسم کی بواسیر کیلئے بہت مفید ہے سینکڑوں اصحاب اس سے فائدہ اٹھا چکے ہیں نیز جو بچے پھوڑے پھنسیاں خرابی خون اپنے ساتھ ہی لاتے ہیں انکی ماتاؤں کو چاہیے کہ ایام امید کے دنوں میں دو تین مرتبہ اس دوائی کو استعمال کرائیں قیمت پندرہ خوراک ایک روپیہ۔

زدحام عشق:۔ حضرت جناب مرزا صاحب کا مشہور نسخہ ہے پہلی خوراک ہی اپنے فوائد اور برکات ظاہر کر دیگی قیمت فی درجن عہ/

المشتہر:۔ (لالہ) ملاوامل حکیم بڑا بازار۔ قادیان۔